قیمت: چار روپے

ملی ٹائمز انٹرنیشنل
نئی دہلی

اردو کا پہلا بین الاقوامی ہفت روزہ

پھٹنے کو تیار

بغاوت کا آتش فشاں

کیا نرسمہا راؤ وزارتی اور تنظیمی تبدیلیوں سے بغاوت کے خطرے کو کچلنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟

خواتین کانفرنس یا عورتوں کو جنس بازار بنانے کی اسٹیج سازی

بیجنگ کی عالمی خواتین کانفرنس کی روداد اور اس کا اسلامی نقطۂ نظر سے جائزہ

☆☆اس شمارے میں☆☆

Country	Price	Country	Price	Country	Price	Country	Price	Country	Price
AUSTRALIA	A$3.50	DENMARK	D. KR. 14.00	ITALY	LIT. 3,000	NEWZEALAND	NZ$4.95	SRILANKA	Rs 40
BANGLADESH	Taka 20	FRANCE	Fr 10	JAPAN		NORWAY	N.KR12.00	SWEDEN	Kr 15
BELGIUM	Fr 70	FINLAND	F. MK 10.00	KOREA	W 1.800	PAKISTAN	Rs. 15	SWITZERLAND	Fr 3
BRUNEI	B$4.50	GERMANY	DM3.50	MALAYSIA	RM 3.00	PHILIPPINES	P 25	THAILAND	B 40
CANADA	C$3.50	HONG KONG	HK$15.00	MALDIVES	Rf12.00	SAUDI ARABIA	SR 3	U.K.	60p.
CHINA	RMB 12.50	INDONESIA	RP 3,400 (INC.PNN)	NETHERLANDS	G 3.30	SINGAPORE	S$2.50	U.S.A.	$1.25

داؤدی بوہرہ جماعت میں سیدنا کے خلاف بغاوت کی لہر

اجین کے بوہروں کا ٹیکس دینے سے انکار اور عامل کے ساتھ دھینگا مشتی

داؤدی بوہرہ جماعت میں اپنے پیشوا سیدنا برہان الدین کے خلاف بغاوت کی آگ بڑھتی جارہی ہے، گذشتہ دنوں اجین میں ایسا واقعہ رونما ہوا جو سیدنا کے لئے یقیناً حیرت انگیز اور غیر متوقع رہا ہوگا۔ بوہرہ جماعت کے نوجوانوں نے مقامی عامل کے خلاف نہ صرف اعلان بغاوت بلکہ ان کے گھر پر حملہ کرکے قیمتی اشیاء کو تہس نہس کردیا اور اطلاعات کے مطابق عامل جعفر بھائی کے ساتھ بھی دھینگا مشتی کی۔ معاملہ طول پکڑا تو پولیس نے عامل سے "شرپسندوں" کے خلاف رپورٹ درج کروانے کو کہا لیکن کہا جاتا ہے کہ سیدنا کے بیٹے حذیفہ جو کہ اس وقت اندور کے پاس بڑواہ میں تھے، کے اشارے پر عامل نے رپورٹ لکھوانے سے انکار کردیا اور کہا کہ وہ سب میرے بچے ہیں۔ میں نے ان کو معاف کردیا ہے۔ لیکن واقعہ کے دو دن کے بعد عامل جعفر بھائی نے چالیس افراد کے خلاف عوامی بائیکاٹ کی دھمکی دے دی۔ اس فہرست میں ایک مقامی بوہرہ لیڈر یوسف بھائی پریس والا بھی ہیں۔ بعد میں ان لوگوں نے جعفر بھائی سے معافی مانگ کر بائیکاٹ کے عتاب سے نجات حاصل کی۔ یوسف بھائی کا کہنا ہے کہ ہم نے سماجی اور اخلاقی دباؤ کے تحت معافی مانگی ہے۔

دراصل اپنی جماعت پر سیدنا کا مکمل کنٹرول ہے۔ عالموں کے ذریعے بوہروں سے ٹیکس وصول کیا جاتا جسے "سبیل" کہا جاتا ہے۔ اسے ساڑھے تین سو سال قبل سیدنا حکیم الدین نے درگاہ کے رکھ رکھاؤ کے لئے نافذ کیا تھا۔ شروع میں یہ ٹیکس صرف بمبئی میں وصول کیا جاتا تھا لیکن دھیرے دھیرے دوسرے شہروں میں بھی نافذ ہوگیا۔ بغاوت کی شروعات اس لئے ہوئی کہ اس میں سو سے پانچ سو فیصد تک کا اضافہ کردیا گیا۔ اس کی کئی کٹگری ہے اور صاحب خانہ کی مالی حیثیت کے مطابق ٹیکس لیا جاتا ہے۔

> دراصل اپنی جماعت پر سیدنا کا مکمل کنٹرول ہے۔ عالموں کے ذریعے بوہروں سے ٹیکس وصول کیا جاتا ہے جسے "سبیل" کہا جاتا ہے۔ شروع میں یہ ٹیکس صرف بمبئی میں وصول کیا جاتا تھا لیکن دھیرے دھیرے دوسرے شہروں میں بھی نافذ ہوگیا۔

جعفر بھائی ایک متنازعہ عامل ہیں انہوں نے کئی بار تنازعہ پیدا کیا ہے۔ مثال کے طور پر جب وہ 1990ء سے 1993ء تک اندور میں تھے توسیفی نگر سوسائٹی کے ایک درجن سے زائد خاندانوں کے خلاف "برات" کی کارروائی کی تھی جس کی بنا پر انہیں کلکتہ بھیج دیا گیا تھا۔ وہاں بھی انہوں نے تنازعہ کھڑا کردیا تھا۔ ہوا یہ کہ ایک شخص کے انتقال پر انہوں نے نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کردیا۔ جب لوگوں نے ان کے گھر جاکر ہنگامہ کیا تب کہیں جاکر معاملہ رفع دفع ہوا۔

وینکاس اینڈ کمپنی پٹنہ کے مالک شیخ شبیر حسین کا کہنا ہے کہ سیدنا اور ان کے نمائندے بوہرہ جماعت سے سالانہ چالیس سے پچاس کروڑ روپے بطور زکوۃ وصول کرتے ہیں اور اس کا کوئی حساب نہیں دیتے۔ سیدنا کا پورا کنبہ جماعت کو لوٹ کر اپنا بینک بیلنس بڑھانے اور شیئر خریدنے میں مصروف ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سیدنا کی بیوی کا گذشتہ سال انتقال ہوگیا تھا۔ اب ان کی یاد میں لندن میں کروڑوں روپے کی لاگت سے ایک یادگار قائم کی جارہی ہے اور اس کے لئے یہ کہہ کر پورے ملک کے بوہراؤں سے پیسہ وصول کیا جارہا ہے کہ وہ جنت کا کھاتہ کھول رہے ہیں۔

بہرحال سردست زبردست ہنگامہ کی وجہ سے سیدنا نے ٹیکس کی حصولیابی ملتوی کردی ہے لیکن وہ آئندہ پھر اسے شروع کریں گے اور پھر ان کے خلاف طوفان اٹھے گا۔

☆ سیدنا برہان الدین ☆ عامل جعفر بھائی

دیوداسی کو سونے سے قبل "جنسی رقص" پیش کرنا پڑتا ہے

ہندو سماج میں دیوداسی نظام پر زبردست ہنگامہ

چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھے، سوتے جاگتے اسلام میں خواتین کے ساتھ نام نہاد ناانصافی اور حق تلفی پر چیخ و پکار مچانے والے ہندوازم کے چیمپئن اس وقت خاموش ہیں۔ پوری کے جگن ناتھ مندر میں دیوداسی سسٹم کو ازسرنو رائج کرنے پر ان کی زبانیں گنگ ہیں اور مذہب کی آڑ میں اس "گھناؤنی" رسم کو ازسرنو زندہ کرنے کے سوال پر وہ بغلیں جھانک رہے ہیں۔ کچھ سیاستدانوں نے اس کی مذمت کی ہے تو کچھ نے اس کو ایک مذہبی امور قرار دے کر اس میں مداخلت نہ کرنے کا بیان جاری کیا ہے۔ حالانکہ اگر انٹرویو دینے آئی خواتین اور پہلے سے وہاں موجود دو دیوداسیوں کے بیانات پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ ان دیوداسیوں کی حالت غلاموں سے بہتر نہیں ہے اور مندر کے گربھ گرہ یعنی مورتی کے سامنے ان دیوداسیوں کو جس طرح جنسی اشتعال انگیزی کے ساتھ روزانہ رقص کی محفل سجانی پڑتی ہے وہ بھی کسی مہذب معاشرے کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔

جگن ناتھ مندر میں دیوداسی سسٹم بارہویں صدی سے چلا آرہا تھا۔ حالانکہ پورے ملک میں اس رسم پر پابندی عائد ہے لیکن اس مندر میں اس کی اجازت ہے اور مندر کے ذمہ داروں کے مطابق مندر کا کام کاج اس کے اپنے قوانین کے تحت چلتا ہے ملکی قوانین کو ان میں مداخلت کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اس میں دو قسم کی دیوداسیاں ہوتی ہیں ایک اندرون مندر رسوم انجام دینے کے لئے اور ایک بیرونی حصوں میں رسم ادائیگی کے لئے۔ ان دیوداسیوں کو جگن ناتھ کی پتنی کہا جاتا ہے اور سال میں ایک تہوار ہوتا ہے اس موقع پر ان لوگوں کے مطابق جگن ناتھ کی روح اپنا جسم تبدیل کرتی ہے۔ پرانی مورتی مندر میں دفن کردی جاتی ہے اور اس کی جگہ پر نئی مورتی رکھ دی جاتی ہے۔ اس دوران دیوداسی بیوہ بن جاتی ہے اور بیواؤں کی مانند چوڑیاں توڑ کر مورتی کے سامنے بین کرتی ہے۔ مورتی دفن کرتے وقت اسے اس انداز میں بین کرنا ہوتا ہے کہ جیسے اس کا حقیقی شوہر مرگیا ہو۔ اندرون مندر رسوم انجام دینے والی دیوداسی کو روزانہ رات میں سونے سے قبل جگن ناتھ کی مورتی کے سامنے آکر جنسی رقص کرنا ہوتا ہے۔ ایسا رقص جو مخالف جنس کے جذبات کو برانگیختہ کردے۔ مندر کے ذمہ داروں کا کہنا ہے کہ یہ جگن ناتھ جی کو مطمئن اور آسودہ کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔

پانچ خواتین نے دیوداسی بننے کے لئے سات سال قبل درخواست دی تھی۔ گذشتہ دنوں ان کا انٹرویو کیا گیا لیکن کوئی پاس نہیں ہوسکی۔ انتظامیہ کے مطابق وہ جز وقتی کام چاہ رہی تھیں اور ان میں سے ایک شادی شدہ بھی تھی۔ جبکہ غیر شادی شدہ اور کم عمر کی دیوداسی ہونی چاہئے۔ لیکن انٹرویو دینے آئی خواتین کا کہنا ہے کہ ہمیں اس لئے منتخب نہیں کیا گیا ہے کہ ہم جنسی رقص کرنے کو تیار نہیں تھے۔ جبکہ یہ ایک لازمی جز ہے۔ ادھر پہلے سے موجود دو دیوداسیوں پارس منی (65) اور ششی منی (75) کا کہنا ہے کہ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی اور عورت آکر ہم لوگوں کی زندگی جینے پر مجبور ہوجائے۔ مندر کے قوانین کے مطابق کوئی عورت دیوداسی اسی وقت ہوسکتی ہے جب وہاں موجود دیوداسیوں میں سے کوئی انہیں اپنانے کو تیار ہوجائے۔ ششی منی کا کہنا ہے کہ ہمیں پیٹ بھر کر کھانا نہیں ملتا تو ہم کیوں ان عورتوں کو اپنائیں۔ ششی منی ایک سال کی تھی جبھی اسے دیوداسی بنا دیا گیا تھا وہ مورتی کے باہر بھجن

بقیہ: صفحہ ۴ پر

جسمانی تعلقات کے سہارے خود ساختہ بھگوان کا روحانی سفر

ایک اور بھگوان نما شیطان پکڑا گیا۔ ایک اور خود ساختہ سوامی کے چہرے سے نقاب سرک گئی اور آشرموں میں دھرم کے نام پر ہونے والے جرائم کا ایک اور باب کھل گیا۔

چالیس سالہ سوامی رامیشورا نند گری راج مہاراج عرف وکاس گوپال کو ایک 26 سالہ نوجوان کے قتل اور اس کی 24 سالہ بیوی کے ساتھ ناجائز تعلقات کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا۔ مقتول کا نام منوج گربھوترہ اور اس کی بیوی کا نام سویتا ہے۔ ان دونوں کی شادی 1992ء میں ہوئی تھی اور شادی کے 54 ویں دن اس کا قتل کردیا گیا۔ پولیس تفتیش کر رہی تھی اور اب جاکر راز کھلا کہ سوامی جی اس قتل میں ملوث ہیں۔

یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے آشرموں اور مٹھوں میں دھرم کے نام پر ایسے گھناؤنے جرائم کا ارتکاب ہوتا ہے کہ کوئی بھی شریف انسان شرم سے سر جھکالے۔ اکثر ایسی خبریں اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہیں کہ فلاں سادھو یا سوامی عصمت دری اور قتل کے الزام میں پکڑا گیا اور فلاں سوامی نے اتنی عورتوں کی عزت لوٹی۔ حیدر آباد میں ایک سوامی کی گرفتاری ہوئی تو پتہ چلا کہ اس نے سینکڑوں نوجوان لڑکیوں کے ساتھ نہ صرف جنسی عیاشی کی بلکہ سینکڑوں خواتین کے حمل بھی ساقط کروائے۔

سوامی رامیشورا نند بھی انہیں نام نہاد بھگوانوں اور سادھوؤں کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ رشی کیش میں گنگا کے ساحل پر اس کا آشرم اور پونہ میں دس ایکڑ زمین پر پھیلا ہوا ایک فارم ہاؤس ہے۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی اس کے عقیدت مند ہیں۔ امریکہ، کناڈا، برطانیہ، سوئٹزرلینڈ اور فرانس کا وہ کئی بار دورہ کرچکا ہے اور وہاں اس کے کئی عقیدت مند ہیں جو اسے چندہ دیتے ہیں۔ بیس لاکھ روپے کے صرفے سے بنا ماربل پتھروں کا اس کا آشرم کسی فائیو اسٹار ہوٹل سے کم نہیں ہے۔

سویتا سے اس کے "روحانی تعلقات" تقریباً

☆ سوامی اور سویتا کو عدالت میں لے جاتے ہوئے

بقیہ: صفحہ ۴ پر

راجیش پائلٹ کی قیادت میں باغیوں کی نئی صف بندی

الیکشن آتے آتے راؤ کا تختہ پلٹ دیا جائے گا؟

رپورٹ : سہیل انجم

کیا وزیراعظم نرسمہاراؤ کا حالیہ توسیع وزارت کا اقدام ان کے خلاف بھڑکنے والی بغاوت کا پیش خیمہ بن جائے گا؟ کیا راؤ نے یہ قدم اٹھاکر بغاوت کے محضر نامے پر خود ہی دستخط کردیے ہیں؟ کیا وہ سیاسی خودکشی کی منزل تک لے جانے والے موڑ پر پہنچ گئے ہیں اور کیا "طاقت" کا یہ مظاہرہ بجھنے سے پہلے بھڑکنے کی مثال ثابت ہونے والا ہے؟ یہ اور ایسے نہ جانے کتنے سوالات اس وقت دہلی کے سیاسی حلقوں میں گردش کررہے ہیں۔ موجودہ سیاسی صورت حال کو حقیقت پسندی کی عینک سے دیکھیں تو ان سوالات کے سرے کہیں نہ کہیں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بغاوت کی زمین میں پیوست ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

نرسمہاراؤ نے اپنی دانست میں تمام محاذوں کو بیک جنبش "توسیع" فتح کرلینے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے سونیا خیمے کے ممبران کو وزارت میں لے کر انہیں یہ بتانے کی کوشش کہ میں تم سے ڈرتا نہیں اور ارجن حامی ممبران کو وزارت کا قلمدان سونپ کر یہ بتانے اور جتانے کی سعی کی کہ میں تمہاری بغاوت کے غبارے سے ہوا نکالنے کے لئے تمہارے ہی آدمیوں کو استعمال کرسکتا ہوں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ انہوں نے سید سبط رضی، اسلم شیر خاں اور کیپٹن ایوب کو وزارتی کونسل میں شامل کرکے یہ بتانا چاہا ہے کہ مسلمان مجھ سے ناراض ہیں تو ہوا کریں میں ان لوگوں سے اپنا کام نکال لوں گا۔ وزیراعظم نے کچھ وزراء کے قلمدانوں میں ردوبدل کرکے کچھ بے پناہ عزائم کے مالک وزراء کے مقام و مرتبہ میں کوئی اضافہ نہ کرکے اور کچھ وزرا کی شان و شوکت کو ایک جھٹکے کے ساتھ کم کرکے یہ عندیا دیا ہے کہ مجھے نہ تو بلیک میل کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی میں کسی کے دباؤ میں ہوں۔ میں کانگریس کے اس جھگڑے کا تنہا اور بلاشرکت غیرے ڈرائیور ہوں۔ اگر کسی نے مجھ سے میرے اس مقام و مرتبے کو چھیننے کی کوشش کی تو میں اسے حیثیت میں لاکر کھڑا کردوں گا۔

نرسمہاراؤ: قیادت پر حملہ

لیکن کیا واقعی انہوں نے تمام محاذوں کو فتح کرکے اپنے سیاسی قلعے کی فصیلوں کو مضبوط و مستحکم بنا دیا ہے اور کیا انہوں نے باغیوں کا سر کچل کر رکھ دیا ہے۔ توسیع وزارت کے بعد بننے اور بگڑنے والی سیاسی صورت حال کے آئینے میں جھانک کر راؤ کے اقدامات کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا کھیل پٹ گیا ہے، تدبیریں الٹ گئی ہیں، بغاوت کے نئے محاذ کھل گئے ہیں، ان کے سیاسی قلعے کی فصیلوں میں مزید شگاف پڑگئے ہیں، ان کے اعصاب کمزور اور مخالفین کے مضبوط ہوگئے ہیں اور ان کی طاقت و قوت کا چراغ چراغ سحری میں تبدیل ہوگیا ہے۔

حالانکہ یہ نہ صرف نرسمہاراؤ کی اب تک کی سب سے بڑی کابینہ ہے بلکہ اندرا گاندھی کی "جمبو کابینہ" سے بھی بڑی ہے۔ کانگریس کی تاریخ میں اتنی بڑی کیبنٹ کبھی نہیں بنی تھی۔ 71 وزراء پر مشتمل ہے راؤ کی "راج منڈلی"۔ لیکن کابینہ جتنی بڑی ہے انتشار اور بغاوت کا حجم بھی اتنا ہی بڑا ہے بلکہ اب تو اس کا سائز بڑھتا اور پھیلتا ہی جارہا ہے۔ اندر ہی اندر بغاوت کا آتش فشاں ابل رہا ہے جو کبھی بھی پھٹ سکتا ہے۔ راؤ نہ تو اس آتش فشاں کو پھٹنے سے روک سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی سیاسی قوت کو بکھرنے سے بچاسکتے ہیں۔ اس کابینہ کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اب اس میں آٹھ مسلم وزیر ہوگئے ہیں۔ پہلے سے موجود تھے جعفر شریف، پی ایم سعید، غلام نبی آزاد، عبدالرحمن انتولے اور سلمان خورشید۔ اب تین اور شامل کرلئے گئے ہیں۔ سید سبط رضی، اسلم شیر خاں اور کیپٹن ایوب۔

> اب کانگریس میں راؤ کے خلاف ناراض لوگوں میں خاصہ اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ ان میں سے کئی ایسے بھی ہیں جو راؤ کی وزارتی کونسل میں شامل ہیں۔ غلام نبی آزاد، بلرام جاکھڑ، شرد پوار، جیتندر پرساد، احمد پٹیل، راج شیکھر ریڈی، اے چارلس، بھونیشور کالتیا، ایس ہوڈا اور دلیپ سنگھ بھوریا بھی پائلٹ کے ساتھ ہیں۔

راؤ کے خلاف پچھلی بغاوت ارجن سنگھ نے کی تھی لیکن اس بار بغاوت کی چنگاری راجیش پائلٹ کی جانب سے بھڑکنی شروع ہوئی ہے۔ یہ چنگاری رفتہ رفتہ شعلہ بنتی جارہی ہے۔ کوئی تعجب نہیں اگر یہ آنے والے چند دنوں میں شعلہ جوالہ میں تبدیل ہوجائے۔ پائلٹ کو وزیراعظم نے ان کی وزارت سے ہٹاکر نسبتاً کم اہمیت کی حامل اور غیر سیاسی وزارت یعنی محکمہ جنگلات و ماحولیات میں بھیج دیا ہے۔ پائلٹ کو پہلے سے اندازہ تھا کہ ان سے داخلہ جیسا اہم محکمہ چھننے والا ہے اس لئے انہوں نے اپنی جانب سے ایک ایسا ترپ کا پتا پھینکا جس کے بارے میں انہیں اندازہ تھا کہ اس کی کاٹ راؤ کے پاس نہیں ہے اور اگر وہ اس کی کاٹ بھی کرتے ہیں تب بھی انہیں کو فائدہ حاصل ہونے والا ہے۔ پائلٹ نے بین الاقوامی بدنام زمانہ تانترک چندرا سوامی کی گرفتاری کا حکم دے کر سیاسی حلقوں میں زبردست کھلبلی مچادی تھی۔ لوگوں کا خیال ہے کہ پائلٹ نے جان بوجھ کر یہ قدم اٹھایا تھا تاکہ وزیراعظم ان کا محکمہ نہ بدل سکیں۔ لیکن محکمہ بدل گیا اور اب پائلٹ کی حکمت عملی کے مطابق عوام میں یہ عام تاثر پیدا ہوگیا ہے کہ چندرا سوامی کی گرفتاری کا حکم دینے کی سزا پائلٹ کو دی گئی ہے۔

راجیش پائلٹ: نشانہ چندرا سوامی نہیں راؤ ہیں

پائلٹ کے اس اقدام کو زبردست پذیرائی حاصل ہورہی ہے اور اب ناراض کانگریسیوں کا مجمع ان کے اردگرد اکٹھا ہورہا ہے۔ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو سوامی کی گرفتاری چاہتے ہیں اور وہ لوگ بھی ہیں جو وزارت نہ ملنے سے راؤ سے ناراض ہوگئے ہیں۔ آج کل دو حلقوں میں زبردست گہما گہمی ہے۔ ایک تو پائلٹ کی رہائش گاہ پر اور دوسرے وزیراعظم کے آفس میں۔ راؤ حامی طبقہ پائلٹ کے خلاف کارروائی کروانے کی تیاری کر رہا ہے۔ یہ بغاوت الیکشن سے قبل کی آخری بغاوت ثابت ہوگی۔ ناراض لیڈروں نے پائلٹ سے مل کر ان کے اقدام کا خیر مقدم اور ان سے اپنی وابستگی کا اظہار کیا ہے۔ ان کی رہائش گاہ پر کئی ممبران پارلیمنٹ نے بھی جاکر ملاقات کی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ان میں سے کئی لوگ سونیا گاندھی سے بھی مل چکے ہیں۔ حالانکہ راؤ نے آر۔ کے دھون، اور اہلووالیہ کو وزارت میں لے کر سونیا کی ناراضگی کو دور کرنے کی کوشش کی ہے لیکن سیاسی مبصرین کا خیال ہے کہ اس سے سونیا کی ناراضگی میں ذرا بھی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اب کانگریس میں راؤ کے خلاف ناراض لوگوں میں خاصہ اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ ان میں سے کئی ایسے بھی ہیں جو راؤ کی وزارتی کونسل میں شامل ہیں۔ غلام نبی آزاد، بلرام جاکھڑ، شرد پوار، جتیندر پرشاد، احمد پٹیل، راج شیکھر ریڈی، اے چارلس، بھونیشور کالتیا، بی ایس ہوڈا اور دلیپ سنگھ بھوریا بھی پائلٹ کے ساتھ ہیں۔ راؤ خیمہ کی جانب سے اس بغاوت کو کچلنے کی کوششیں بھی ہورہی ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس بار راؤ کے خلاف بغاوت کا شعلہ خود بخود سرد پڑجاتا ہے یا آتش فشاں بن کر پھٹ پڑتا ہے۔ سردست دونوں جانب سرگرمیاں تیز ہیں اور پائلٹ کی اونچی اڑان سے راؤ کی نیند حرام ہوگئی ہے۔

چندرا سوامی کے خلاف جنگ چھیڑنے کے جرم میں پائلٹ کی چھٹی؟

یوں تو راجیش پائلٹ نے چندرا سوامی کے خلاف جنگ کا بگل بجایا تھا لیکن سیاسی مبصرین اور راؤ خیمہ کا خیال ہے کہ نشانہ دراصل سوامی نہیں نرسمہاراؤ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ چندرا سوامی کی گرفتاری کا حکم دینے اور اس کے بعد سے پروان چڑھنے والی سیاسی فضا سے چندرا سوامی کم نرسمہاراؤ زیادہ تشویش میں مبتلا ہیں۔ تشویش کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پائلٹ کے اقدام کی ملک گیر سطح پر تعریف کی گئی اور اسے ایک جرات مندانہ قدم قرار دیا گیا۔ وی پی سنگھ، ارجن سنگھ اور دوسرے لیڈروں سمیت بی جے پی اور خود کانگریس کے اندر بھی انہیں زبردست حمایت حاصل ہوئی ہے۔ راؤ کے ایک زمانے میں قریبی کہے جانے والے ان کے سابق سیاسی مشیر اور اب یوپی کانگریس کے صدر جتیندر پرشاد نے بھی اس مسئلے پر پائلٹ کے ساتھ ہونے کا اعلان کیا ہے۔ ادھر کئی ممبران پارلیمنٹ نے پائلٹ سے مل کر انہیں مبارکباد دی ہے۔ اس پورے سیاسی اتار چڑھاؤ نے راؤ کو بری طرح بوکھلا دیا ہے۔

> نرسمہاراؤ کے اشارے پر اب پائلٹ کے خلاف ہوا باندھنے کی تیاری ہورہی ہے۔ کچھ لوگوں نے تو انہیں وزارت سے برطرف کرنے تک کا مطالبہ کردیا ہے۔ سیاسی مبصرین کا خیال ہے کہ محکمہ داخلہ سے ہٹائے جانے کے بعد انہیں ایک اور سزا دی جانے والی ہے اور وہ وزارت سے ان کی برطرفی کے علاوہ کچھ نہیں ہوگی۔

نرسمہاراؤ کے اشارے پر اب پائلٹ کے خلاف ہوا باندھنے کی تیاری ہورہی ہے۔ کچھ لوگوں نے تو انہیں وزارت سے برطرف کرنے تک کا مطالبہ کردیا ہے۔ جن لوگوں نے ان سے مل کر اپنی وابستگی ظاہر کی تھی ان سے بھی ملاقاتیں کی جارہی ہیں اور خیال کیا جاتا ہے کہ چند دنوں میں پائلٹ کے پر کتر کر انہیں زمین پر اتارا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے راؤ کے مشکل کشا ٹائپ کے لوگوں کی سرگرمی بڑھ گئی ہے۔ وزیراعظم کے دفتر کے نئے وزیر اسلم شیر خان نے وزارت سنبھالنے کے بعد پہلا کام یہی کیا کہ دلیپ سنگھ بھوریا سے مل کر ان کی ناراضگی دور کرنے کی کوشش کی۔ ان سے پریس کانفرنس کرواکر راؤ کے حق میں بیان دلوایا۔ بھونیش چترویدی بھی سرگرم ہوگئے ہیں۔ ادھر سینٹرل مدراس کے ایم پی ایرا انبراسو نے مطالبہ کیا ہے کہ پائلٹ کو برطرف کیا جائے کیونکہ وہ وزیراعظم کی امیج کو داغدار بنانے کی کوشش کررہے ہیں۔ انہوں نے چندرا سوامی کی گرفتاری کے حکم کو ایک منظم پلاننگ کا نام دے کر ان کے خلاف تادیبی کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ پائلٹ کے اقدام سے حزب اختلاف کو موقع مل گیا کہ وہ راؤ کے خلاف محاذ کھول دے۔ پائلٹ کے ایک پرانے حریف مرکزی وزیر داخلہ ایس بی چوان نے بھی اشارہ دیا ہے کہ ایسے لوگوں کے خلاف جلد ہی کارروائی کی جائے گی۔

سیاسی مبصرین کا خیال ہے کہ محکمہ داخلہ سے ہٹائے جانے کے بعد انہیں ایک اور سزا دی جانے والی ہے اور وہ وزارت سے ان کی برطرفی کے علاوہ کچھ نہیں ہوگی۔ کیونکہ اگر اس وقت راؤ نے سخت قدم نہیں اٹھایا تو ان کے خیمے کا خیال ہے کہ اس کا خمیازہ انہیں بھگتنا پڑسکتا ہے۔

بقیہ : اس بین الاقوامی تماشے

مردوں کی ہی طرح بنیادی حقوق سے بہرہ مند ہوتی ہیں۔ نیز یہ کہ انہیں ماں، بیوی اور بہن کی حیثیت سے خصوصی مراعات بھی حاصل ہوتی ہیں۔ اسی لئے ضرورت اس بات کی تھی کہ کانفرنس کے منتظمین کو یہ باور کرایا جاتا کہ عورتوں کو عیش کوشی کا ذریعہ بنانے اور خارج از ازدواج جنسی اختلاط کے خلاف، ہم جنسی اور ماں کی زندگی بچانے کے مقصد کے علاوہ باقی تمام حالات میں اسقاط حمل کے خلاف تحریک چلانا عورتوں کو استحصال سے بچانے کے لئے بہت ضروری ہے۔

اس کانفرنس کا ایک خوش آئند پہلو یہ ہے کہ اگرچہ مجموعی طور پر غیر اسلامی عناصر کا غلبہ زیادہ رہا لیکن سابقہ کانفرنسوں کے مقابلے میں رابطہ عالم اسلامی اور دیگر اسلامی تنظیموں کی اس میں شرکت خاصے بڑے پیمانے پر ہوئی۔

یوپی حکومت کو لیکر بی جے پی میں گروپ بندی

مایاوتی سرکار بی جے پی پر بھاری پڑ رہی ہے؟

اترپردیش کی وزیراعلی مایاوتی اور بی جے پی میں سردست مصالحت ہوگئی ہے۔ گذشتہ دنوں وزیراعلی کی رہائش گاہ پر بی جے پی لیڈروں کو شام کے کھانے پر مدعو کیا گیا۔ جس میں خصوصی طور پر اٹل بہاری باجپئی نے شرکت کی۔ دونوں جانب سے گلے شکوے کئے گئے اور اپنی اپنی شکایتیں ایک دوسرے تک پہنچائی گئیں۔ کہاجاتا ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے کی باتوں کو کھلے دل سے قبول کیا اور آخر میں یہ طے پایا کہ اب مخالفانہ بیانات جاری نہیں کئے جائیں گے اور ایک دوسرے کے پارٹی لیڈروں کے خیالات کا احترام کیا جائے گا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یوپی کے سابق وزیراعلی کلیان سنگھ نے اس دعوت کا بائیکاٹ کیا اور کہا کہ وہ صرف مایاوتی کے دفتر میں جاکر ان سے گفتگو کریں گے۔

دراصل تازعہ کلیان سنگھ ہی کی جانب سے شروع ہوا تھا۔ انہوں نے مسلسل تین دن تک اٹاوہ، مظفر نگر اور فرید آباد میں مایاوتی حکومت کے خلاف بیانات داغے، انہوں نے مایاوتی پر ملائم سنگھ کے نقش قدم پر چلنے کا الزام لگایا اور کہا کہ ریاست میں امن و امان کی صورت حال انتہائی ابتر ہے اور ریاست کے مفاد میں کبھی بھی مایاوتی حکومت کو گرایا جاسکتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ مایاوتی بھی ملائم سنگھ کی مانند مجرموں کو پناہ دے رہی ہیں۔ مثال انہوں نے غازی پور کے مافیا مختار انصاری کی پیش کی۔ جنہیں رہا کرکے مایاوتی نے زیڈ پلس کٹگری کا تحفظ فراہم کیا ہے۔ واضح رہے کہ یہ تحفظ صرف مایاوتی، کلیان سنگھ اور ملائم سنگھ کو حاصل ہے اور اب مختار انصاری بھی اسی زمرے میں شامل ہوگئے ہیں۔ مختار انصاری کے بارے میں خیال ہے کہ وہ ملائم سنگھ کے آدمی ہیں لیکن مایاوتی کا کہنا تھا کہ میں نے انہیں یہ تحفظ اس لئے فراہم کیا کہ مجھے خطرہ ہے کہ ملائم انہیں مروادیں گے۔

> بی جے پی مایاوتی حکومت کے گناہوں میں شریک بننے پر مجبور ہے۔ بی جے پی کے ایک سابق وزیر کا کہنا ہے کہ اگر ہم مایاوتی حکومت کو گرادیتے ہیں تو وہاں یا تو صدر راج لاگو ہوجائے گا یا ملائم سنگھ کانگریس اور جنتادل کی مدد سے پھر مایاوتی حکومت بن جائے گی۔ اس سے بی جے پی کو سوائے نقصان کے کچھ حاصل نہیں ہوگا

بہرحال معاملہ جب کافی گہرا ہوگیا تو مایاوتی نے پریس کانفرنس کرکے کلیان سنگھ کے خلاف خوب بیانات دیئے۔ انہوں نے آڈوانی اور جوشی سے اپنی ٹیلی فونک گفتگو کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اب آئندہ کلیان سنگھ اس قسم کا بیان نہیں دیں گے۔ انہیں اس کے لئے خوب ڈانٹ پڑی ہے اور مجھے کلیان سنگھ کی پروا نہیں ہے۔ بی جے پی کے مرکزی لیڈران میری حکومت کی کارکردگی سے مطمئن ہیں۔ لیکن بعد میں بی جے پی لیڈروں کی جانب سے کہاگیا کہ کسی کو ڈانٹنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ کلیان سنگھ پارٹی کے ایک معزز لیڈر ہیں۔

اسی اثناء میں کانپور کے نزدیک بٹھور میں بی جے پی کے سینئر لیڈروں کی دو روزہ میٹنگ ہوئی جس میں پارلیمانی انتخابات کے سلسلے میں حکمت عملی طے کرنے کے علاوہ مایاوتی حکومت پر بھی تبادلہ خیال ہوا۔ میٹنگ میں طے پایا کہ ہمیں اس وقت یوپی حکومت کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے۔ اگر اس موقع پر یہ حکومت گرجاتی ہے تو اس سے بی جے پی کا نقصان ہوگا۔ ہمیں دلت مخالف تصور کرلیا جائے گا اور اس صورت میں فائدہ ملائم سنگھ اور کانگریس والے اٹھائیں گے۔

دراصل مایاوتی کے معاملے پر بی جے پی میں زبردست انتشار پیدا ہوگیا ہے۔ ایک خیمہ اس حکومت کو بنائے رکھنے کے حق میں ہے جبکہ دوسرا اسے گرا دینا چاہتا ہے۔ آڈوانی، کلیان سنگھ اور دوسرے لیڈر ایک طرف ہیں تو جوشی، کلراج مشرا کا الگ گروپ ہے۔ واجپئی بھی نہیں چاہتے کہ اس موقع پر یہ حکومت گرے، مایاوتی نے حکومت میں آنے کے بعد جو طریقہ کار اختیار کیا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بی جے پی کی گود میں بیٹھی ہوئی ہیں لیکن دھیرے دھیرے انہوں نے اپنا رنگ بدلا، اپنی سیاسی چالیں بدلیں اور پہلے جہاں سیاسی مبصرین یہ کہتے تھے کہ بی جے پی عام انتخابات تک بی ایس پی کو کھاجائے گی وہیں اب وہ یہ سوچنے اور کہنے پر مجبور ہورہے ہیں کہ اس حکومت سے بی جے پی کا نقصان ہورہا ہے۔ شروع میں بی جے پی نے بی ایس پی کے ووٹ بینک میں نقب زنی کی کوشش کی تھی۔ کانشی رام اور مایاوتی کو یہ بات جلد ہی سمجھ میں آگئی اور انہوں نے ذات پات کی سیاست کو تیزی سے ہوا دینا شروع کردیا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ بی جے پی کے نظریات کے برعکس فیصلے لینے لگے۔ آخر کلیان سنگھ کو کہنا پڑا کہ مایاوتی بی جے پی نظریات کے خلاف کام کررہی ہیں اور بی جے پی ان کے گناہوں میں شریک نہیں بنے گی۔

لیکن حالات جس رخ پر جارہے ہیں اس صورت میں بی جے پی مایاوتی حکومت کے گناہوں میں شریک بننے پر مجبور ہے۔ بی جے پی کے ایک سابق وزیر کا کہنا ہے کہ اس وقت ہمارے سامنے دو صورتیں ہیں۔ اگر ہم مایاوتی حکومت کو گرادیتے ہیں تو وہاں یا تو صدر راج لاگو ہوجائے گا یا ملائم سنگھ کانگریس اور جنتادل کی مدد سے پھر مایاوتی حکومت بن جائے گی۔ اس سے بی جے پی کو سوائے نقصان کے کچھ حاصل نہیں ہوگا اور اب تک ہم لوگوں نے جوکیا ہے اس کا ذرا بھی فائدہ نہیں اٹھا پائیں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہ حکومت چلتی رہے۔

وہ مزید کہتے ہیں کہ ہماری پارٹی کے زیادہ تر لوگ اس خیال کے حامی ہیں کہ اگر سودن کے اندر ہی ہم نے مایا حکومت گرادی تو عوام میں یہ پیغام جائے گا کہ ہم بھی دلت مخالف ہیں اس کا فائدہ بھی ملائم سنگھ کو ہی حاصل ہوگا۔ اور وہ پھر دلت مسلم اتحاد بنانے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بی جے پی کے سینئر لیڈر اس مسئلے پر کانشی رام سے ملنے کا پلان بنارہے ہیں تاکہ ان کے سامنے معاملہ رکھ کر حالات کو اپنے حق میں کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن کانشی رام بھی بی جے پی کی پالیسیوں کے خلاف عمل کرنے کے حق میں ہیں۔ کہاجاتا ہے کہ انہوں نے مایاوتی حکومت سے کہہ رکھا ہے کہ تم بی جے پی کی پرواہ مت کرو اور اپنی پارٹی کی پالیسیوں کے مطابق عمل کرو۔

> بی جے پی لیڈروں کے حواس پر اب بھی ملائم سنگھ کا خوف چھایا ہوا ہے اگر ملائم سنگھ کا ڈر نہ ہوتا تو بی جے پی اب تک یہ حکومت گراچکی ہوتی کیا اس حکومت کے چلتے رہنے سے بی جے پی کو نقصان نہیں ہوگا؟ یہ سوال بھی بی جے پی کے حلقے میں گردش کررہا ہے۔

گویا بی جے پی لیڈروں کے حواس پر اب بھی ملائم سنگھ کا خوف چھایا ہوا ہے اگر ملائم سنگھ کا ڈر نہ ہوتا تو بی جے پی اب تک یہ حکومت گراچکی ہوتی۔ لیکن کیا اس حکومت کے چلتے رہنے سے بی جے پی کو نقصان نہیں ہوگا؟ یہ سوال بھی بی جے پی حلقے میں گردش کررہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بی جے پی کو دونوں صورتوں میں نقصان سے گزرنا پڑے گا۔ بی جے پی کے لیڈر اس ادھیڑبن میں ہیں کہ اس نقصان کو کس طرح کم سے کم کیا جاسکے اور حالات کو کس طرح اپنے حق میں موڑا جائے کہ پارلیمانی انتخابات میں اس کا فائدہ حاصل ہو، اس کا انحصار مایاوتی کے اقدامات پر ہے۔ لیکن کیا مایاوتی بی جے پی کو ہری جھنڈی دکھاکر اپنی سیاسی قبر کھودنے پر تیار ہوں گی؟

بقیہ: جسمانی تعلقات کے سہارے خود ساختہ بھگوان

گیارہ سال سے ہیں۔ شادی سے قبل بھی سویتا سوامی سے جنسی تعلقات رکھتی تھی اور شادی اور شوہر کے قتل کے بعد بھی۔ سوامی کہتا ہے کہ وہ پچھلی زندگی میں اس کی شریک حیات تھی۔ سویتا پر اس نے دھارمک ڈورے ڈالے اور کہا کہ اس سے جسمانی تعلق رکھنا جنت میں جانے کی ضمانت ہے اور یہ بھی کہ یہ تعلقات خفیہ ہونے چاہئیں اگر ان کو واشگاف کیاگیا تو جو ساتھ ساتھ دھارمک امور انجام دئے جارہے ہیں ان کا اثر زائل ہوجائے گا۔ وہ جسمانی تعلق کی آڑ میں سویتا سے روحانی سفر کرانے کا وعدہ کرتا اور کہتا کہ بغیر جسمانی تعلق کے دھارمک امور پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتے۔ شادی کے بعد سوامی اکثر سویتا پر اپنے شوہر کو قتل کرنے کا دباؤ ڈالتا رہتا اور یہ بھی کہتا کہ اس صورت میں وہ آشرم میں اس کے قرب میں رہ سکتی ہے۔ سویتا نے کئی بار شوہر کو قتل کرانے کی چالیں چلیں اور مختلف بہانوں سے پیشہ ور قاتلوں کا تعاون حاصل کیا لیکن ہمیشہ اس کا شوہر بچ جاتا۔ البتہ ایک رات جبکہ دونوں اپنے کمرے میں تھے چار مسلح غنڈے گھر میں گھسے اور ان لوگوں نے نہ صرف اس کے شوہر کو چاقوؤں سے گود گود کر ختم کرڈالا بلکہ لاکھوں کے زیورات اور دیگر اشیاء کی چوری کرلی۔ بعد میں پتا چلا کہ یہ سوامی اور کے کرائے کے قاتل تھے جنہیں اس قتل کے عوض میں چالیس ہزار روپے دئے گئے تھے۔ تحقیق کے نام پر جب پولیس اس کے پیچھے پڑی تو وہ قریبی پی سی او سے رشی کیش میں فون کرنے لگی اور ایک بار کہا کہ میرے پیچھے پولیس پڑی ہوئی ہے اور تم وہاں عیش کررہے ہو۔ پی سی او آپریٹر نے یہ بات بتائی اور پولیس اس سراغ کے سہارے سوامی کے آشرم میں اس کی عقیدت مند بن کر پہنچ گئی اور سویتا کے ہاتھ کا سوامی کو لکھا ہوا ایک خط بھی برآمد کرلیا۔ پوچھ گچھ کے بعد یہ راز کھلا کہ منوج کے قتل میں ان دونوں کی سازش تھی۔

فی الحال دونوں عدالتی تحویل میں ہیں۔ یہ اور ایسے بے شمار واقعات نہ صرف ہندو سماج کے چہرے پر تھپڑ کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ آشرموں اور مٹھوں میں ہونے والی کارستانیوں کا پردہ فاش کرتے ہیں۔ سنجیدہ اور مہذب ہندوؤں کو سوچنا چاہئے کہ آخر ان کے دھرم گرو ان جنسی عیاشیوں میں کیوں ملوث ہوجاتے ہیں کیا دھرم کی آڑ میں ان کی گنجائش ہے۔

بقیہ: انصاف انصاف پکار رہی ہیں

انتظامیہ کے رول پر تبصرہ کرتے ہوئے ہریجن آدی واسی وکاس منچ کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر بندیشور رام کا کہنا ہے کہ پولیس انتظامیہ جرم روکنے کے بجائے اسے بڑھاوا دینے میں لگا ہوا ہے۔

یاد رہے کہ پچھلے دنوں ہوئے بھوکلی دیوی کانڈ، رضیہ دیوی کانڈ، محمدہ گاؤں کی وینا دیوی کی بے حرمتی اور سر بازار بال کاٹ کر پیٹتے ہوئے گھسیٹتے لے جانا۔ ظاہر کرتا ہے کہ انتظامیہ سے غریبوں کو انصاف کی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔

ادھر حال ہی میں اور کئی دلدوز سانحے رونما ہوئے ہیں جو رونگٹے کھڑے کردیتے ہیں مگر وہاں بھی پولیس انتظامیہ محض رشوت کے کالے دھن بٹورنے میں لگا ہوا ہے اور جرائم پیشہ عناصر کی کھلی مدد کررہا ہے۔

بقیہ: دیوداسی کو سونے سے قبل "جنسی رقص" پیش کرنا پڑتا ہے

گایا کرتی تھی اور اس کے عوض اسے ڈیڑھ سو روپے ماہانہ ملتے تھے لیکن گذشتہ کچھ دنوں سے وہ بھی بند کردیاگیا ہے۔ ذمہ داران کے مطابق ان دونوں کی حالت اتنی ناگفتہ بہ ہے کہ ان میں سے ایک نوکرانی بننے پر مجبور ہوگئی تاکہ اپنا گزارہ کرسکے۔

اندرون مندر رسوم انجام دینے والی دیوداسی گذشتہ سال مرگئی۔ اب اس کی جگہ پر نئی دیوداسی کا رکھنا ضروری ہوگیا ہے کیونکہ اٹھارہ برس بعد پڑنے والے تہوار میں اس کی موجودگی ضروری ہے۔ اسے دس دن تک چلنے والے تہوار میں بیوہ کا کردار ادا کرنا ہوگا اور اس کے بغیر یہ تہوار اور یہ رسم مکمل نہیں ہوگی۔ اب جبکہ پانچوں درخواست دہندوں کو واپس کردیا گیا ہے اور پھر جبکہ اس مسئلے پر سیاسی ردعمل بھی شروع ہوگیا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ ذمہ داران کس طرح دیوداسی کی تقرری کرتے ہیں اور اس پر کیا ہنگامہ ہوتا ہے۔ اسلام میں کیڑے نکالنے والے اس قبیح رسم پر خاموشی کیوں اختیار کئے ہوئے ہیں کیا انہیں اپنے معاشرے کی یہ غیر انسانی رسم نظر نہیں آرہی ہے۔

سیاست اور جرائم کی سازباز سے ملکی استحکام کو خطرہ

چندرا سوامی کے "کارناموں" کا پردہ فاش ہونا چاہیئے

سیاسی حلقوں میں زبردست تہلکہ مچا ہوا ہے۔ بین الاقوامی تانترک چندرا سوامی کی گرفتاری کے معاملے کو لے کر کانگریس میں نئی صف بندی شروع ہوگئی ہے۔ بین الاقوامی اغوا کار اور گینگسٹر ببلو شری واستو کی گرفتاری اور پھر اس کے انکشافات کے بعد عارف محمد خاں اور راجیش پائلٹ کی علی الترتیب سوامی مخالف مہم نے دلی کے سیاسی ایوانوں میں بے پناہ گرمی پیدا کردی ہے اور اس گرمی کی آنچ میں کئی لیڈروں کو پسینہ آرہا ہے۔ وزیراعظم نرسمہاراؤ سب سے زیادہ متفکر و پریشان ہیں۔ ببلو کے انکشافات اور پائلٹ کے ذریعے داخلی سلامتی کے وزیر کی حیثیت سے سوامی کی گرفتاری کے حکم کے بعد سی بی آئی افسران سوامی سے پوچھ تاچھ تو کر رہے ہیں لیکن کیا سوامی کی گرفتاری عمل میں آجائے گی یا سوامی کے پراسرار کارناموں اور اس سے سیاستدانوں کے روابط کا پردہ فاش ہوسکے گا؟ اس پر ابھی یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ اس وقت اس پورے معاملے پر سیاسی رنگ و روغن چڑھا کر اس کی ہیئت بدلنے کی کوشش ہورہی ہے اور ساتھ ہی چندرا سوامی کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے بجائے دوسرے لوگوں کو قربانی کا بکرا بنانے کی تیاری کی جارہی ہے۔

واضح رہے کہ ببلو شری واستو نے جو کہ بقول اس کے سوامی کی مجرمانہ سرگرمیوں میں ایک پارٹنر کا رول ادا کیا کرتا تھا، جہاں بہت سارے الزامات سوامی پر عائد کئے ہیں وہیں اس نے یہ بھی کہا ہے کہ سوامی کے داؤد ابراہیم سے قریبی تعلقات ہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ جہاں داؤد سے نام نہاد تعلقات کے شبہے پر بھی پولیس اور سی بی آئی افسران مشتبہ لوگوں کو گرفتار کرلیتے ہیں وہیں چندرا سوامی کے خلاف کسی بھی قسم کی کارروائی کرنے میں عدم دلچسپی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

ببلو کے مطابق اس نے سوامی کے کہنے پر کئی لوگوں کا اغوا کیا اور کافی دنوں تک اس کے ساتھ بھی رہا۔ نہ صرف غیر ممالک میں بلکہ دلی میں اس کے آشرم میں بھی رہا۔ اس کا کہنا ہے کہ جب اسے سوامی سے یہ کہہ کر ملوایا گیا کہ یہ ایک مجرم ہے تو سوامی بہت خوش ہوا اور کہا کہ تب تو اس سے خوب نبھے گی۔ لیکن جب الیکشن لڑ رہے دو لوگوں کو اغوا کرنے کے سوامی کے حکم کو اس نے ماننے سے انکار کردیا تو دونوں کے تعلقات خراب ہوگئے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ کسی کمپنی میں کروڑوں ڈالر کی سرمایہ کاری کرنے کی درخواست سوامی نے داؤد ابراہیم کے سامنے رکھی تو پہلے داؤد ابراہیم تیار ہوگیا لیکن جب لوگوں نے بتایا کہ سوامی سارا پیسہ کھا جائے گا تو داؤد نے اپنے قدم پیچھے ہٹالئے۔ ببلو کی بات پر یقین کریں تو داؤد ابراہیم اور سوامی ایک ساتھ ایک ہی طیارے میں سفر بھی کرچکے ہیں۔ ببلو اس وقت کانپور جیل میں ہے۔ اس پر قتل، اغوا اور راہ زنی کے چالیس معاملات ہیں۔

چندرا سوامی

ببلو کے انکشافات کے بعد پائلٹ نے چندرا سوامی کی گرفتاری کا حکم دیا تو سیاسی ایوانوں میں زلزلہ آگیا۔ کسی کو بھی یہ توقع نہیں تھی کہ برسراقتدار جماعت کا کوئی لیڈر یا کوئی وزیر ایسی ہدایت دے سکتا ہے۔ کیونکہ سوامی کی سیاست کے بالاخانے میں نہ صرف اندر تک پہنچ ہے بلکہ وہ اتنے اثر و رسوخ کا مالک ہے کہ نامی گرامی سیاستداں اور وزیر اس کے قدموں کو بوسہ دیتے ہیں۔ وہ چاہے تو کسی بڑے سے بڑے وزیر کو بھی سڑک پر کھڑا کروا دے اور اس نے اس کا ثبوت پائلٹ کی وزارت چھنوا کر دیا بھی۔ پائلٹ کی ہدایت کو وزیراعظم بھی برداشت نہیں کرسکے اور بارسوخ ذرائع کے مطابق پائلٹ کی وزارت میں تبدیلی اسی کا نتیجہ تھی۔ چندرا سوامی کے دربار میں وزیراعظم نرسمہاراؤ اور سابق وزیراعظم چندر شیکھر سمیت بے شمار لیڈران حاضری دیتے ہیں اور اسلحوں کے بین الاقوامی دلال عدنان خشوگی جیسی بے شمار ہستیوں سے سوامی کے دوستانہ مراسم ہیں۔ سوامی کا کہنا ہے کہ یہ لوگ اس کے پاس روحانی سکون کی تلاش میں آتے ہیں۔ پیار محبت اور روحانیت سے اس نے ان کے دلوں پر قبضہ کر رکھا ہے۔

سوامی ببلو سے اپنے تعلقات کا اعتراف تو کرتا ہے لیکن یہ بھی بتاتا ہے کہ اسے ایک طلباء لیڈر کی حیثیت سے ملوایا گیا تھا اور یہ کام عارف خان اور جتیندر پرشاد نے کیا تھا۔ جتیندر پرشاد نے اس سے انکار کیا ہے۔ سوامی نے داؤد سے اپنے رشتے کو غلط بتایا ہے اور کہا ہے کہ 1990ء سے 1992ء تک میں کبھی دبئی گیا ہی نہیں۔ سوامی کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے آشرم پر سیکورٹی کا بندوبست اس لئے کیا کہ ببلو نے مجھے مارنے کی دھمکی دی تھی۔ (کتنی مضحکہ خیز بات ہے) جتیندر پرشاد کہتے ہیں کہ میں چندرا سوامی کی گرفتاری کے معاملے پر پائلٹ کا حامی ہوں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ نرسمہاراؤ نے اس سے پہلے سوامی کو بین الاقوامی جعل ساز کہا تھا۔ لیکن راؤ کے سوامی سے جس قسم کے قریبی تعلقات ہیں اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ سی بی آئی افسران نے اس سے پوچھ گچھ تھانے میں لاکر کرنے کے بجائے اس کے آشرم میں جاکر کی۔ (اس کا آشرم کسی فائیو اسٹار ہوٹل سے کم نہیں ہے) چندرا سوامی راؤ سے اپنے تعلقات کے بارے میں کہتا ہے کہ میں انہیں بہت زیادہ نہیں جانتا البتہ 25 برسوں سے میں ان سے واقف ہوں۔ لیکن ادھر کافی دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ پوچھنے پر کہ کتنے دن سے؟ تو اس کا کہنا ہے کہ دو ہفتے سے میں ان سے نہیں ملا ہوں۔

بہرحال چندرا سوامی کی ذات کیا ہے؟ اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔ اس پر جعل سازی کے کئی معاملات ہیں۔ ایک بار اس کی گرفتاری بھی ہوئی تھی لیکن پھر چھوڑ دیا گیا۔ حکومت نے ملک کے تمام ہوائی اڈوں کو ہوشیار کردیا ہے کہ وہ باہر نہ جانے پائے لیکن اتنی جرات نہیں ہے کہ اس کا پاسپورٹ ضبط کرلے۔ کسی دوسرے پر داؤد سے تعلقات کا الزام لگا ہوتا تو اب تک پولیس اسے گرفتار کرکے سب کچھ "اگلوا" چکی ہوتی۔ لیکن سوامی کے معاملے میں جیسی نرمی برتی جارہی ہے اس سے ہی اندازہ لگ جاتا ہے کہ اس مجرمانہ معاملے کو سیاسی بنا دیا گیا ہے اور اس لئے اس کی توقع نہیں ہے کہ سوامی کے کارناموں کا راز فاش ہوسکے گا یا اس کی سرگرمیوں پر سے پردہ ہٹ سکے گا۔

چندرا سوامی کے خلاف جنگ میں عارف کو سادھو سنتوں کا آشیرواد

سابق مرکزی وزیر عارف محمد خاں اور چندرا سوامی کی جنگ ایک نئے موڑ پر پہنچ گئی ہے۔ اب یہ دو افراد کی نہیں دو خیموں کی جنگ بن گئی ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس جنگ میں عارف محمد خاں کے ساتھ درجنوں سادھو سنت بھی ہیں جو چندرا سوامی کو سبق سکھانے کے موڈ میں ہیں۔ فی الحال جنگ کا پہلا مرحلہ ختم ہوگیا ہے لیکن ابھی ڈراپ سین نہیں ہوا ہے۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ اس نئی جنگ کا آغاز گذشتہ دنوں عارف محمد خاں کے گھر سی بی آئی افسران کے چھاپے سے ہوا۔ یہ چھاپہ حوالہ کیس کے تعلق سے تھا۔ لیکن بقول عارف ان کے گھر میں سی بی آئی افسران کو کچھ نہیں ملا۔ ان کا الزام ہے کہ یہ چھاپہ حکومت نے چندرا سوامی کے اشارے پر ڈلوایا۔ اس لئے وہ حکومت کے خلاف کوئی جنگ چھیڑنے کے بجائے چندرا سوامی کے خلاف جنگ چھیڑے ہوئے ہیں۔ چھاپے کے بعد انہوں نے اعلان کیا تھا کہ وہ بہرائچ میں معذوروں کے اپنے مرکز "سمرپن" سے چل کر 12 ستمبر کو دلی میں چندرا سوامی کے آشرم پر قبضہ کریں گے۔ اس سے قبل کہ عارف محمد خاں چندرا سوامی کے آشرم پر قبضہ کرتے انہیں دلی کے آل انڈیا میڈیکل انسٹی ٹیوٹ کے قریب پولیس نے گرفتار کرلیا۔ گرفتاری کے وقت ان کے قافلے میں درجنوں بسیں اور تقریباً 25 ہزار افراد کا مجمع تھا جس میں ہندو مسلم سکھ سبھی شامل تھے۔ ادھر دوسری طرف چندرا سوامی نے عارف محمد خاں سے مقابلہ کرنے کے لئے ایک دھارمک پروگرام کے نام پر اپنے حمایتیوں اور سادھوؤں کو اپنے آشرم پر مدعو کر رکھا تھا۔

عارف خان کے جلوس میں اجودھیا اور متھرا کے سادھوؤں کا ایک بڑا جتھہ بھی تھا کہا جاتا ہے کہ جب عارف خان کا قافلہ بہرائچ سے چلا تو سادھوؤں نے ان کی کامیابی کے لئے انہیں آشیرواد بھی دیا تھا۔ سادھو سنتوں نے عارف کے اقدام کا خیرمقدم کرتے ہوئے کہا تھا کہ چندرا سوامی جیسے جادوگر اور خود ساختہ بھگوان کا سنت سماج کو بائیکاٹ کرنا چاہیے۔

عارف محمد خان

ادھر دوسری طرف 12 ستمبر کو چندرا سوامی کے آشرم میں ہری دوار، متھرا، کانپور وغیرہ کے سادھو اکٹھا تھے اور وہ عارف خان کے خلاف نعرہ بازی کر رہے تھے۔

جہاں تک حوالہ کانڈ کا تعلق ہے تو اس کے حصار میں صرف عارف خان نہیں بلکہ درجنوں سیاستداں بھی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حوالہ کانڈ میں گرفتار جین برادران سے کروڑوں روپے لئے تھے۔ ان میں راجیو گاندھی کا بھی نام ہے اور موجودہ وزیراعظم نرسمہاراؤ کا بھی نام ہے۔ سابق وزیراعظم چندر شیکھر بھی ہیں اور دیوی لال اور شرد یادو جیسے لوگ بھی ہیں۔ البتہ ابھی ان میں سے دیوی لال اور شرد یادو کے علاوہ کسی نے بھی روپے لینے کا اعتراف نہیں کیا ہے۔ عارف خان نے چھاپے کے فوراً بعد پریس کانفرنس کرکے اپنے غم و غصے کا اظہار کیا تھا۔ انہوں نے وزیراعظم کو ایک خط بھی لکھا تھا جس میں کہا تھا کہ پیسہ لینے والوں کی فہرست میں تو آپ کا بھی نام ہے تو پھر چھاپہ صرف میرے ہی گھر پر کیوں؟ ان کا یہ اعتراض بجا ہے کہ جب درجنوں سیاستدانوں کے نام اس فہرست میں شامل ہیں تو صرف ان کے گھر پر چھاپہ کیوں ڈالا گیا۔ اس کے جواب میں وہ خود کہتے ہیں کہ یہ چندرا سوامی کی چال ہے اور انہیں کے اشارے پر ایسا کیا گیا ہے۔ اب عارف خان نے یہ بھی الزام لگایا ہے کہ سوامی نے راجیو گاندھی کو قتل کرنے کے لئے ایک اسرائیلی قاتل کو دس لاکھ ڈالر دیے تھے۔ عارف سوامی جنگ نے راجیش پائلٹ کے اس معاملے میں کود جانے کے بعد دوسری شکل اختیار کرلی ہے اور یہ معاملہ کافی گرم ہوچکا ہے۔

مشرقی یروشلم پر اسرائیلی قبضہ برقرار رکھنے کے لئے

مسلح یہودی جاسوسوں کی غنڈہ گردی

اسرائیل کے مذہبی انتہا پسندوں اور مقبوضہ عرب علاقوں میں نوآباد کاروں نے پی ایل او افسران کے خلاف جاسوسی کا ایک جال بچھا رکھا ہے۔ بعض اوقات تو یہ جاسوسی ایک خفیہ حرکت کے بجائے غنڈہ گردی کی سرحد میں داخل ہوجاتی ہے۔ اس نئی یہودی شرارت کا مقصد یروشلم کے عرب حصہ میں واقع پی ایل او کے آفس کو بند کرانا ہے۔ یہودی انتہا پسند آج کل عرب یروشلم میں پی ایل او کی موجودگی کے خلاف ایک مہم چلا رہے ہیں۔

یہ نام نہاد جاسوس پستولوں سے مسلح ہونے کے علاوہ اپنے ساتھ قابل نقل و حمل ٹیلی فون اور ویڈیو کیمرہ بھی رکھتے ہیں۔ یہ تعداد میں 20 کے قریب ہیں اور پی ایل او کے افسران کی آمد و رفت پر نظر رکھتے، فوٹو لیتے یا ان کی حرکات کی ویڈیوگرافی کرتے ہیں۔ اکثر پی ایل او افسران کی کاروں کا بھی پیچھا کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ پی ایل او یروشلم کے عرب حصے کو مستقبل کی فلسطینی ریاست کا دارالحکومت بنانا چاہتی ہے۔ جبکہ اسرائیل اسے پہلے ہی اپنا دائمی اور ازلی دارالحکومت قرار دے چکا ہے مگر دنیا نے اسے تسلیم نہیں کیا ہے۔ یروشلم کے عرب حصے پر اسرائیل نے 1967ء کی جنگ میں قبضہ کرلیا تھا۔

موجودہ یہودی مہم کا مقصد جسے مقامی افسران کی تائید حاصل ہے ایسے فائل تیار کرنا ہے جنہیں بعد میں کورٹ میں یا پروپیگنڈہ کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ مقصد مشرقی یروشلم پر یہودی قبضہ کو ہر حال میں برقرار رکھنا ہے۔

> بعض اوقات تو یہ جاسوسی ایک خفیہ حرکت کے بجائے غنڈہ گردی کی سرحد میں داخل ہوجاتی ہے۔ اس نئی یہودی شرارت کا مقصد یروشلم کے عرب حصہ میں واقع پی ایل او کے آفس کو بند کرانا ہے۔ یہ نام نہاد جاسوس پستول سے مسلح ہونے کے علاوہ اپنے ساتھ قابل نقل و حمل ٹیلی فون اور ویڈیو کیمرہ بھی رکھتے ہیں۔

انتہا پسند مذہبی جنونیوں اور یہودی نوآباد کاروں کے مفادات کافی وسیع ہیں۔ وہ جو دستاویز گھڑ رہے یا جن باتوں کے فائل تیار کر رہے ہیں ان میں فلسطینیوں کے ذریعے حاصل کی گئی جائدادیں، آفسوں کا کھولنا اور بندوق وغیرہ کے لائسنس حاصل کرنا شامل ہیں۔

اس 20 نفری جاسوسی گروپ کا تعلق ایک انتہا پسند مذہبی جماعت سے ہے۔ یہ لوگ پی ایل او کے غیر سرکاری آفس "دارالشرق" کی نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے بعض فیصل الحسینی کے گھر کی بھی نگرانی کرتے ہیں جنہیں بالعموم پی ایل او کا غیر سرکاری وزیر برائے یروشلم تصور کیا جاتا ہے۔ یہ گروپ احمد طیبی کی بھی نگرانی کرتا ہے۔ واضح رہے طیبی اسرائیل میں پیدا ہونے والے عرب ہیں اور سردست یاسر عرفات کے مشیر کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ یہ گروپ مشرقی یروشلم میں واقع "کالونی" نامی ایک امریکی ہوٹل کی بھی نگرانی کرتا رہتا ہے کیونکہ فلسطینی اکثر اس ہوٹل میں آتے ہیں۔

ان نام نہاد جاسوسوں نے یروشلم میں پی ایل او کے "آفسوں" کا ایک نقشہ بھی شائع کیا ہے اور اپنی حکومت پر الزام عائد کرتے ہیں کہ وہ پی ایل او کی اس حرکت سے صرف نظر کر رہی ہے جس کا مقصد یروشلم کے عرب کردار کو مستحکم کرنا ہے۔ واضح رہے کہ گذشتہ دسمبر میں اسرائیلی پارلیامنٹ نے ایک قانون پاس کر کے یروشلم میں پی ایل او کے آفس کھولنے پر پابندی عائد کردی تھی۔

> اسرائیل میں مذہبی جنونیوں نے ایک فورم برائے عظیم یروشلم بھی قائم کر رکھا ہے جو مغربی کنارے کے ایک بڑے حصے کو یروشلم کی سرحد میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ یہ فورم نام نہاد جاسوسوں کی دہشت گردی کی حمایت کر رہا ہے۔

اسرائیل میں مذہبی جنونیوں نے ایک فورم برائے عظیم یروشلم بھی قائم کر رکھا ہے جو مغربی کنارے کے ایک بڑے حصے کو یروشلم کی سرحد میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ یہ فورم نام نہاد جاسوسوں کی دہشت گردی کی حمایت کر رہا ہے۔

فورم برائے عظیم یروشلم نے دارالشرق کے باہر ایک ٹینٹ میں اپنا آفس کھول رکھا ہے۔ یہ محض ہراساں کرنے کی ایک ترکیب نہیں بلکہ مقصد یہ جتانا ہے کہ مشرقی یروشلم بھی اسرائیل کا حصہ ہے۔ اس ٹینٹ آفس میں یروشلم کے ڈپٹی میئر ربی شموئیل بھی اکثر آکر بیٹھتے ہیں۔ شموئیل کا تعلق انتہا پسند قومی مذہبی پارٹی سے ہے۔ اس ٹینٹ آفس میں شموئیل کی موجودگی کا مطلب یہ ہے کہ شہر کے میئر یہود اولمرٹ بھی اس پی ایل او مخالف مہم میں شامل ہیں جن کا تعلق اپوزیشن لیکڈ پارٹی سے ہے۔

عرب اسرائیل تعلقات میں اب وہ پہلے جیسی گرمجوشی کہاں

ستمبر 1993 میں اوسلو معاہدے پر دستخط کرنے کے بعد اسرائیلی حکمرانوں اور عوام نے یہ توقع کی تھی کہ تمام عرب ممالک سے ان کے تعلقات بہت جلد نارمل ہو جائنگے اور اس طرح اس علاقے میں پہلے کی طرح وہ یکہ و تنہا نہ رہینگے۔

لیکن نام نہاد معتدل عرب ریاستوں سے ابتدائی رابطوں کے باوجود متوقع ثقافتی اور تجارتی تعلقات قائم نہیں ہو پائے ہیں۔ مادہ پرست اور تجارتی ذہن کے یہودیوں کو ظاہر ہے اس سے مایوسی ہوئی ہے۔ اس صورتحال کے لئے وہ شام کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔

اسرائیلی افسروں کا کہنا ہے کہ شامی صدر حافظ الاسد نے دوسرے عرب سربراہوں کو اس بات کے لئے راضی کر لیا ہے کہ وہ اسرائیل سے اپنے تعلقات اس وقت تک مزید بہتر نہ بنائیں جب تک وہ شام سے اپنے تعلقات درست نہیں کر لیتا۔ اسرائیل کے تئیں عربوں کے سرد مہری کے رویے کا ثبوت یہ ہے کہ تل ابیب میں مراکش اور اردن کے سفارتی نمائندے ایک خاموش زندگی بسر کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ مصر کے بعد انہی دو ممالک نے یہودی ریاست سے سفارتی تعلقات قائم کئے ہیں۔ شاہ حسین اور شاہ حسن دونوں ہی عرب و اسلامی دنیا میں ہمیشہ شک کی نگاہ سے دیکھے گئے ہیں۔ لیکن شامی دباؤ کی وجہ سے اب یہ ممالک بھی اسرائیل کے تئیں بظاہر گرمجوشی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔

اردن کا سفارت خانہ تل ابیب کے ایک ساحلی ہوٹل کے ایک سوٹ میں عارضی طور پر قائم ہے۔ سفیر مروان معشر کہتے ہیں کہ "وہ اسرائیل میں کوئی مشہور شخصیت بن کر رہنا نہیں چاہتے"۔ مروان کا کہنا ہے کہ انہوں نے بعض یہودیوں سے پہلے ہی دوستی کرلی ہے۔ لیکن ان کا یہ بھی کہنا ہے طویل عرصے سے چلی آرہی دشمنی اور جنگوں نے عربوں اور یہودیوں کے درمیان ایک نفسیاتی دیوار کھڑی کر دی ہے۔ جب تک یہ دیوار زمین بوس نہیں ہوگی اس وقت تک دونوں قوموں کے تعلقات میں گرمجوشی نہیں آئے گی۔ بہر کیف انہوں نے یہ پیشین گوئی بھی کی کہ ایک نہ ایک دن عرب اسرائیل کو ضرور قبول کر لیں گے۔ ان کے بقول "اسرائیلی عوام اردن سے تعلقات بہتر بنانے کی شدید خواہش رکھتے ہیں لیکن اردن کے عوام میں ایسی کوئی گرمجوشی یا جذبہ نہیں پایا جاتا"۔

مراکش نے بھی تل ابیب میں اپنا ایک انٹرسٹ آفس کھول رکھا ہے۔ وہاں موجود مراکشی سفارتکار اسرائیل کے ساتھ تعلقات پر بحث کرنے سے کتراتے ہیں۔ مراکشی کونسلر کہتے ہیں کہ بہت سے یہودی ان کے ممالک کی سیر کو جاتے ہیں۔ وہ ہر روز سو کے قریب ویزا جاری کرتے ہیں۔ اس طرح وہ کام میں اتنا مصروف رہتے ہیں کہ ان کے پاس انٹرویو دینے کے لئے وقت نہیں رہتا۔ لیکن اسرائیلی صحافی اسے شامی دباؤ کے تحت پیدا ہوئی عرب سرد مہری سے تعبیر کرتے ہیں۔

مراکش اور اردن کے سفارتکاروں کی بہ نسبت مصری سفیر محمد بسیونی واحد عرب ہیں جو یہاں نام و نمود کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ بسیونی گذشتہ ایک دہائی سے اسرائیل میں مصر کے سفیر ہیں۔ وہ اکثر ٹی وی پروگراموں میں اور یہودی پارٹیوں میں شرکت کرتے ہیں۔ بہت سے اسرائیلیوں کا کہنا ہے کہ بسیونی نے ان کے دلوں میں عرب عوام کے خلاف بسی ہوئی بد اعتمادی کو ختم کرنے میں بڑی مدد دی ہے۔ لیکن مصر کے ساتھ گذشتہ 16 برسوں کے تعلقات کے باوجود بہت کم مصری اسرائیل کا عزم کرتے ہیں اکثر اسرائیلی ہی مصر جاتے ہیں۔

> اسرائیل کے تئیں عربوں کے سرد مہری کے رویے کا ثبوت یہ ہے کہ تل ابیب میں مراکش اور اردن کے سفارتی نمائندے ایک خاموش زندگی بسر کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ مصر کے بعد انہی دو ممالک نے یہودی ریاست سے سفارتی تعلقات قائم کئے ہیں۔

1993 میں اوسلو معاہدے کے فوراً بعد امریکی دباؤ کے تحت کئی ایسی کانفرنسیں ہوئیں جن میں اسرائیل نے شرکت کی تھی۔ اسرائیلی لیڈروں نے مراکش اور تیونس کے دورے کئے۔ اسرائیلی وفود نے خلیجی ممالک کویت، اومان اور متحدہ عرب امارات کے دورے کئے۔ مراکش میں پہلی علاقائی کانفرنس کے انعقاد کے بعد خلیج میں یروشلم تک ایک گیس پائپ لائن بچھانے کی بات بھی چلی۔ لیکن اب یہ ساری باتیں قصہ پارینہ معلوم ہوتی ہیں۔ عربوں کی اسرائیل کے ساتھ بڑھتی ہوئی دوستی پر شام نے بہت اعتراض کیا۔ حافظ الاسد کی ایما پر شاہ فہد، حسنی مبارک اور خود اسد نے مصر میں ایک چھوٹی سربراہ کانفرنس کی جہاں اسد کے اصرار پر عربوں کو جلد بازی سے باز رہنے کی تلقین کی گئی۔ اسی کے بعد سے عربوں کے رویے میں نمایاں تبدیلی آئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسرائیلی لیڈر عرب۔ اسرائیل تعلقات میں موجودہ سرد مہری کے لئے شام کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ لیکن اگر وہ ذرا سوچیں تو انہیں اندازہ ہوگا کہ اس صورتحال کو پیدا کرنے کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔ دراصل عربوں سے سب کچھ حاصل کر لینے اور انہیں کچھ نہ دینے کی یہودی ذہنیت عرب۔ اسرائیل تعلقات میں سرد مہری کی ذمہ دار ہے۔

اس نے قیدیوں کو لیٹ جانے کا حکم دیا اور پھر مشین گن سے بھون ڈالا

کیا ۶۷ کی جنگ میں اسرائیلی فوجیوں نے سیکڑوں مصری و فلسطینی جنگی قیدیوں کا قتل عام کیا تھا

ایک سابق اسرائیلی جنرل اریہہ بیرو کے اس اعتراف کے بعد کہ اسرائیلی فوج نے 1956ء اور پھر 1967ء کی جنگوں میں مصری جنگی قیدیوں کا قتل عام کیا تھا، مصر و اسرائیل کے تعلقات میں بظاہر کشیدگی پیدا ہوگئی ہے۔ 1956ء میں بیرو کیپٹن کے عہدے پر فائز تھا۔ اس نے ایک دوسرے فوجی افسر کے ساتھ 49 مصری جنگی قیدیوں کو منہ کے بل لیٹ جانے کو کہا اور پھر مشین گن سے انہیں بھون دیا۔ خود اس کے اپنے الفاظ میں "وہ دہشت سے چیخے بھی نہیں۔ یہ سب کچھ دو چار منٹ میں ہوا"۔

لیکن ایسے گھناؤنے جرائم ایسے نہیں ختم ہوتے جس طرح بیرو نے اپنے اعتراف میں اسے ختم کیا ہے۔ اس اعتراف کے منظر عام پر آنے کے بعد اسرائیلی فوج پر الزام عائد کیا گیا کہ اس نے 1967ء کی جنگ میں بھی مصری قیدیوں کا قتل عام کیا تھا جس میں وہ لوگ شامل تھے جو آج اسرائیل کے سیاسی عہدوں پر فائز ہیں۔

مصری جنگی قیدیوں کے قتل عام کی خبر اس وقت عام ہوئی جب حکومت نے بعض خفیہ فائلوں کو منظر عام پر لانے کا فیصلہ کیا۔ انہیں فیصلوں میں 1956ء کے قتل عام کی تفصیل بھی ہے۔ بیرو کے اپنی رپورٹ کے مطابق اس وقت وہ 8 سو 90 ویں پیرا گروپ بٹالین میں کیپٹن تھا۔ اسے سینائی میں جنوب کی طرف پیش قدمی کا حکم ملا تھا۔ اس کے پاس مصری جنگی قیدیوں کو ساتھ لے جانے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اسے یہ اندیشہ بھی تھا کہ اگر ان قیدیوں کو یوں چھوڑ دیا جاتا ہے تو مصری فوج کی اسرائیلی فوجوں تک رسائی کا ذریعہ بن جائیں گے۔ اس لئے اس نے انہیں گولیوں سے بھون دیا۔ اس انکشاف کے بعد بیرو نے کہا کہ ایسا کرکے اسے تکلیف ہوئی تھی۔ لیکن اگر ضرورت پڑی تو وہ دوبارہ بھی یہ کام کرسکتا ہے۔

> ایک سابق اسرائیلی جنرل کے اعتراف سے اسرائیل مصر اور فلسطین میں تہلکہ مچ گیا ہے۔

1956ء میں 8 سو 90 ویں بٹالین کا سربراہ رافیل ایتان تھا جو اب سومیت جیسی انتہا پسند پارٹی کا سربراہ ہے۔ ایتان بعد میں اسرائیل کا چیف آف دی آرمی اسٹاف بھی ہوا اور سردست کیبنٹ منسٹر ہے۔ وہ پارلیامنٹ کا ممبر بھی ہے اور 1996ء میں ہونے والے انتخابات میں وزارت عظمیٰ کے لئے امیدوار بھی ہوگا۔ جب بیرو سے پوچھا گیا کہ کیا ایتان نے اسے قتل عام کا حکم دیا تھا تو اس نے برجستہ کہا کہ "اسی سے پوچھو"۔ لیکن ایتان کی طرف سے ابھی اس انکشاف پر کوئی رد عمل سامنے نہیں آیا ہے۔ بیرو نے یہ دھمکی بھی دی ہے کہ اگر اسے کسی قسم کی سزا دی جاتی ہے تو ان بہت سے لوگوں کے نام وہ کھول دے گا جو ایسے گھناؤنے جرائم میں ملوث رہے ہیں اور آج اسرائیل میں اہم سیاسی عہدوں پر براجمان ہیں۔ لیکن اس واقعے سے متعلق ایک شہری نے بیرو، ایتان اور ایریل شیرون کے خلاف مقدمہ قائم کردیا ہے۔

بیرو کی مجرمانہ حرکت کے انکشاف کے بعد بعض دوسرے ریٹائرڈ فوجیوں نے 1967ء کی جنگ میں کئے گئے بعض جرائم سے پردہ اٹھایا ہے۔ مائیکل بارزوہر، جو اسرائیلی پارلیامنٹ کے ممبر رہ چکے ہیں، نے ایک ریڈیو انٹرویو کے دوران اعتراف کیا کہ، اس نے بچشم خود دو فوجی باورچیوں کو تین مصری جنگی قیدیوں کو چھری سے ذبح کرتے دیکھا تھا

صحافی گیبریل برون، جو 1967ء میں سارجنٹ میجر تھا، نے بھی یہ انکشاف کیا ہے کہ اس نے اسرائیلی فوجیوں کو پانچ مصری جنگی قیدیوں کو خود ان سے اپنی قبر کھودواکر، اور انہیں اس میں گولی مار کر دفن کرتے دیکھا تھا۔

اسرائیلی فوج کی تاریخ کے ایک ماہر اریہہ ایزا کی کا کہنا ہے کہ 1967ء ہی میں غازہ سے فرار ہو رہے

تین سے چار سو فوجیوں کو اسرائیلی فوج نے موجودہ ہاؤسنگ منسٹر کی نگرانی میں قتل کیا تھا۔ ان چار سو لوگوں میں سے بعض لڑتے ہوئے مارے گئے تھے لیکن اکثر کو سپردگی کے بعد گولیوں سے بھون دیا گیا تھا۔

ان انکشافات کے بعد مصر میں فطری طور پر زبردست رد عمل سامنے آیا۔ حسنی مبارک نے حکومتی سطح پر اسرائیل سے سرکاری تفتیش کا مطالبہ کیا لیکن اسی کے ساتھ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس گھناؤنے انکشاف کے بعد بھی دونوں ملکوں کے تعلقات خراب نہیں ہوں گے۔ ظاہر ہے وہ امریکہ کی یہودی لابی اور امریکی امداد سے محروم ہونے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے جس پر ان کی حکومت کی بنیاد قائم ہے۔ لیکن جب اپوزیشن جماعتوں بالخصوص اخوان المسلمین سے وابستہ اخبارات نے ان گھناؤنے جرائم کی بڑے پیمانے پر تشہیر کردی تو مصری حکومت نے بھی بظاہر سخت رویہ اختیار کرلیا۔

بقیہ صفحہ ۱۲ پر

کیا ترکی کے کرد علیحدہ ریاست نہیں چاہتے؟

"ٹرکس چیمبر آف کامرس" کا ریفرنڈم یا ترک حکومت کا فریب

گذشتہ گیارہ سال سے ترکی کے جنوب مشرقی علاقوں میں رہنے والے کردوں کی ایک ممتاز جماعت، کردستان ورکرس پارٹی، مرکزی حکومت سے مکمل آزادی یا ایک علیحدہ کردستان کے لئے برسرپیکار ہے۔ فطری طور پر ترکی حکومت ان علیحدگی پسندوں کے خلاف ہے اور اس علاقے میں تقریباً ڈھائی لاکھ ترک افواج ان کے خلاف سرگرم عمل ہے۔

ترکی کا جنوب مشرقی علاقہ ایران اور عراق کی سرحدوں سے ملتا ہے۔ اس پورے علاقے میں کرد نسل کے مسلمان آباد ہیں۔ مدت دراز سے یہ سارے لوگ ایک علیحدہ ملک کردستان کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ لیکن ایران، عراق اور ترکی میں سے کوئی بھی اس کے لئے تیار نہیں ہے۔ نتیجتاً ان لوگوں نے، خاص طور سے عراق اور ترکی میں آباد کردوں نے مسلح جدو جہد شروع کردی۔

جنگ خلیج میں عراق کی شکست کے بعد وہاں کے کردوں نے مرکزی یا بغداد حکومت کے خلاف بڑے پیمانے پر بغاوت شروع کردی تھی۔ مگر صدام حسین نے اسے کچل دیا۔ اس کے بعد مغربی طاقتوں نے اس علاقے میں بغداد کے ہوائی جہازوں کی پرواز پر پابندی لگا دی جس کے بعد سے وہاں عملاً عراقی کردوں کی حکومت ہے۔ ان کردوں کی مدد سے ترکی کے کردوں نے بھی اپنی جدوجہد تیز کردی۔ ترکی حکومت نے اس کے خلاف سخت قدم اٹھاتے ہوئے اپنی فوجیں کرد باغیوں کے تعاقب میں عراق کے اندر داخل کردیں۔ چونکہ ترکی مغربی، خصوصاً امریکہ کا حلیف ہے، اس لئے اس کے خلاف ویسی کارروائی نہیں کی گئی جیسی کہ بغداد حکومت کے خلاف کی گئی تھی۔ بس مغربی ممالک زبانی تنقید کرکے خاموش ہوگئے۔ چنانچہ ترکی کی فوجیں کرد باغیوں کے خلاف ایک خونین جنگ میں مصروف ہیں۔ لیکن بہت کم لوگوں کو امید ہے کہ ترک فوج اپنے مقصد میں کامیاب ہوگی۔

غالباً تانزو سیلر کو بھی اپنی ناکام پالیسی کا احساس ہوگیا ہے۔ چنانچہ ان کی ایماء پر ترکی کی سب سے بڑی تجارتی تنظیم، ٹرکس چیمبر آف کامرس، کے صدر، جو وزیراعظم سے کافی قریب ہیں، نے پہلی بار ایک رائے شماری کی زحمت کی ہے۔ اس رائے شماری یا جائزے کے ذریعے پہلی بار یہ معلوم کرنے کی کوشش کی گئی کہ خود کرد کیا چاہتے ہیں۔ تقریباً 1267 کردوں سے ان کی رائے معلوم کی گئی۔ جائزے کے مطابق ان میں سے اکثر نے کہا کہ وہ ملک کے ڈھانچے میں زبردست تبدیلیوں کے خواہشمند ہیں۔ وہ مرکزی حکومت سے نرم پالیسی اختیار کرنے کا بھی مطالبہ کرتے ہیں لیکن اسی کے ساتھ انہوں نے واضح انداز میں یہ بھی کہا کہ وہ ایک آزاد کرد ریاست کے حامی نہیں ہیں۔ وہ چند لوگ جنھوں نے ایک آزاد کردستان کے مطالبے کی حمایت کی وہ بھی کردستان ورکرس پارٹی کی حکومت کے سخت مخالف ہیں۔ تقریباً 43 فیصد کردوں نے جن کی رائے معلوم کی گئی، یہ کہا کہ وہ ایک قسم کا وفاقی نظام چاہتے ہیں۔ جائزے سے یہ بھی پتہ چلا کہ کردوں کی اکثریت کردستان ورکرس پارٹی کی حامی نہیں ہے۔

تانزو سیلر

> مدت دراز سے یہ سارے لوگ ایک علیحدہ ملک کردستان کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ لیکن ایران، عراق اور ترکی میں سے کوئی بھی اس کے لئے تیار نہیں ہے۔ نتیجتاً ان لوگوں نے خاص طور سے عراق اور ترکی میں آباد کردوں نے مسلح جدو جہد شروع کردی۔

لیکن کردوں کا یہ مطالبہ ترکی کے تمام ہی سیاستدانوں کے لئے ناقابل قبول ہے۔ وہ موجودہ ملکی نظام کو بدل کر کسی بھی قسم کے وفاقی نظام کے سخت مخالف ہیں۔ اکثر سیاستدانوں نے اس جائزے کو ہی سرے سے بے مقصد قرار دیا۔ بجا طور پر ان کا اعتراض یہ ہے کہ اس طرح کا کوئی جائزہ ان لوگوں کی صحیح رائے جاننے میں ناکام رہے گا جو حالت جنگ سے گزر رہے ہیں۔ اپوزیشن لیڈر میسوت ایلماز نے اسے "سی آئی اے جیسی گندی چال" سے تعبیر کرتے ہوئے وزیراعظم پر یہ الزام عائد کیا کہ وہ اس حرکت کے ذریعے کردوں کے تئیں موجودہ سرکاری پالیسی کو بدلنا چاہتی ہیں۔ شورش زدہ جنوب مشرقی ریاست کے گورنر، جہاں کرد آباد ہیں، نے بھی اس رپورٹ کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے کیونکہ یہ ان کے بقول علیحدگی پسندی کو فروغ دے گی۔ ان کا اور دوسرے سیاستدانوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر کردستان ورکرس پارٹی کو کسی بھی قسم کی کوئی رعایت دی جاتی ہے تو اس سے اس کی حوصلہ افزائی ہوگی اور وہ آزاد کرد ریاست کے لئے مزید پختہ ارادہ کے ساتھ اپنی جدوجہد تیز کردے گی۔

سیاستدانوں کے برعکس ترکی کے تاجروں کی اکثریت اس رپورٹ کے نتائج سے مطمئن نظر آتی ہے۔ کرد اکثریت کی طرح ان کا بھی خیال یہی ہے کہ ترک افواج علیحدگی پسندوں کو کچلنے میں کامیاب نہیں ہوگی۔ بلکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ جنوب مشرقی علاقہ کی طرح پورے ترکی میں شورش پھیل جائے جس سے تجارت کو نقصان پہنچے گا۔ اسی لئے تجارت پیشہ طبقہ اپنے مفاد کی خاطر کردوں کے بعض مطالبات کو مان کر ملک میں امن قائم کرنے کی تمنا رکھتا ہے۔ لیکن ترک سیاستدانوں کے بقول یہ تاجروں کی خام خیالی ہے کہ کرد باغیوں کا دل رعایتوں اور مراعات سے جیتا جاسکتا ہے۔ اگر تانزو سیلر واقعی اس جائزے کے ذریعہ موجودہ کرد پالیسی میں تبدیلی کی خواہش مند تھیں تو انہیں ملک کے سیاستدانوں کے رد عمل سے کافی مایوسی ہوئی ہوگی۔ کیونکہ یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ترکی کے عوام کرد علیحدگی پسندوں کو کسی قسم کی رعایت دینے کے حق میں نہیں ہیں۔

آگ کی مخلوق کے جھنڈ کے جھنڈ فضا میں تیرتے ہیں

اور پھر اچانک سمندر کی تہوں میں گم ہو جاتے ہیں

ابلیس کے ہیڈ کوارٹر کا انکشاف ـــــــ تیسری قسط

گزشتہ شمارے میں ہم نے بتایا تھا کہ آج مثلث نمائے برمودا میں گفتگو کا سب سے اہم موضوع یہ مسئلہ ہے کہ ابلیسی دنیا کے راز افشا ہوجانے کے بعد جو صورت حال پیدا ہوتی ہے اس کا مقابلہ کیسے کیا جائے۔ گذشتہ دنوں عرب اخبارات میں ابلیس کے ہیڈ کوارٹر کے حوالے سے جو خبریں آئی تھیں وہ کوئی تفصیلی معلومات فراہم کرنے سے قبل ہی نہ جانے کہاں غائب ہوگئیں۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ملی ٹائمز کے شماروں میں بعض بنیادی انکشافات کے شائع ہوتے ہی مثلث نمائے برمودا اچانک حرکت میں آگیا اور ابھی تو یہ 5 ستمبر کا واقعہ ہے جب کوریا کے شہر سیول میں آگ کا ایک روشن گولہ فضا میں اڑتا ہوا دیکھا گیا جسے نہ صرف یہ کہ ہزاروں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ کوریا کے تمام بڑے قومی اخبارات میں سرورق پر اس کی تصویر شائع ہوئی۔

واقف کاروں کا کہنا ہے کہ آگ کا اڑتا ہوا گولا یا سگریٹ نما روشن چیز جو اب تک سیکڑوں بار عام آنکھوں سے فضا میں تیرتی دیکھی گئی ہے اس کا تعلق بھی دراصل مثلث نمائے برمودا سے جاملتا ہے۔ ایسا اس لئے بھی کہ جن لوگوں نے مثلث نمائے برمودا پر مسلسل تحقیق کی ہے اور جو اس پراسرار ابلیسی دنیا کو خالص سائنسی توجیہات کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اگر آپ اس خطے پر مسلسل نگاہ جمائے رکھیں تو آگ کے گولوں کا سمندر کی سطح سے نکلنا، فضا میں تیرنا اور پھر سمندر کے اندر گہرے پانیوں میں اتر کر کھوجانا ایک ایسا معمول کا عمل ہے جسے آپ ننگی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ عام طور پر سائنسدانوں نے اس پراسرار آگ کے گولے کو کبھی اڑن طشتری کا نام دیا تو کبھی عجیب و غریب اڑنے والی شئی کے نام سے موسوم کیا۔ بعض سائنسداں برسہا برس کے غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ شاید آگ کے یہ گولے اور روشن اڑنے والی طشتریاں دوسرے سیاروں پر رہنے والی مخلوق کے ہوائی جہاز ہوں۔ جو ہم انسانوں کی طرح زمین کے مشاہدے کے لئے بے چین ہوں۔ لیکن وہ اپنے خیال کی کوئی سائنسی توجیہہ اس وقت کرنے سے ناکام رہے جب یہ اڑنے والی اشیا، انسانوں کو دیکھتے ہی اچانک غائب ہوگئیں۔ یا سمندر کی تہوں نے اسے نگل لیا۔ مثلث نمائے برمودا کے حوالے سے جسے ہم آج سائنسی تحقیق کہتے ہیں، اس کی حقیقت اندازے لگانے کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ اگر ان غیر مرئی آگ کے گولوں کی کوئی سائنسی بنیاد ہوتی تو اس کی سائنسی توجیہہ بھی ممکن ہوتی۔

پھر جو لوگ ہمارے اس کلئے پر یقین کرتے ہیں کہ مثلث نمائے برمودا دراصل ابلیسی دنیا کا محل ہے ان کے لئے صرف اتنا مشاہدہ کافی ہونا چاہئے کہ گذشتہ چند ماہ کے دوران اس خطے میں سطح آب پر پراسرار سرگرمیاں جتنی تیزی سے بڑھ گئی ہیں اس کا کوئی مقابلہ چند ماہ پہلے کی صورت حال سے نہیں کیا جاسکتا کہ جب اس خطے کے بارے میں اہم رازوں کا انکشاف نہیں ہوا تھا۔

ملی ٹائمز کے دفتر میں موصول ہونے والے بے شمار خطوط میں ہمارے بعض قارئین نے بعض شبہات کا اظہار کیا ہے اور بعض نے تو اس بارے میں حیرت کا بھی اظہار کیا ہے کہ آخر اتنی اہم معلومات سے اب تک پردہ کیوں نہ اٹھایا جاسکا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ابلیسی دنیا کے بارے میں پراسرار قسم کے احساسات نئے نہیں ہیں۔ فرق

> جو اس پراسرار ابلیسی دنیا کو خالص سائنسی توجیہات کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اگر آپ اس خطے پر مسلسل نگاہ جمائے رکھیں تو آگ کے گولوں کا سمندر کے اندر گہرے پانیوں میں اتر کر کھوجانا ایک معمول کا عمل ہے۔

صرف یہ ہے کہ ہم نے باغی رفیق کے انٹرویو کی روشنی میں ان غیر مرئی خوف اور احساس کا جواب فراہم کردیا ہے جس نے گذشتہ پچاس سال سے محققین کو پریشان کر رکھا تھا۔ ورنہ ایسا بھی نہیں کہ اس خطے میں عجیب و غریب حرکتوں کا ہونا عام معلومات کا حصہ نہ رہا ہو۔ مثال کے طور پر ایک امریکی بحری کپتان جناب ہنری کے مشاہدات ملاحظہ کیجئے تو صاف محسوس ہوگا کہ وہ کسی اور چیز کا بیان نہیں کر رہا ہے بلکہ ان ماورائے عقل محسوسات کا تذکرہ کر رہا ہے جنہیں مسلم دنیا میں عام طور پر شیطانی حرکت کے حوالے سے جانا جاتا ہے۔ بات زیادہ پرانی نہیں، ذکر 1966ء کا ہے جب سطح آب پر کپتان نے ایک عجیب و غریب منظر ملاحظہ کیا۔

"ہم قلعہ لوڈر ڈیل سے واپس آرہے تھے، ہم جس جہاز پر سوار تھے وہ انتہائی مضبوط بحری جہاز تھا جس پر پچیس ہزار ٹن سامان لادا جاسکتا تھا۔ سہ پہر کا وقت تھا۔ آسمان روشن اور موسم خوشگوار تھا۔ میں چند منٹ کے لئے اپنے کیبن میں گیا۔ جبھی میں نے انتہائی خوفناک آواز سنی۔ میں بھاگ کر باہر آیا کہ دیکھوں آخر کیا ہورہا ہے۔ اف میرے خدا! ہم نے دیکھا کہ قطب نما نے کام کرنا بند کردیا ہے۔ چاروں سمت سے پانی کا ایک طوفان ہے۔ شفق کہیں غائب ہوگیا ہے۔ پانی، آسمان اور شفق سب مل جل کر ایک عجیب منظر پیدا کر رہے تھے۔ جہاز کے جنریٹر نے بجلی پیدا کرنا بند کردیا۔ جنریٹر چل تو رہا تھا مگر بجلی پیدا کرنے سے محروم۔ ہمیں کچھ نہیں معلوم کہ ہم کہاں جارہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی چیز ہمیں اپنی طرف کھینچنا چاہتی ہو۔ بڑی مشکل سے میں اس بلا سے نکلنے میں کامیاب ہوا۔ جب پلٹ کر دیکھا تو وہ نہ کوئی سمندری طوفان تھا اور نہ ہی پانی میں کھینچنے والی وہ غیر مرئی قوتیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے سب کچھ معمول پر ہو"۔

> اف میرے خدا! ہم نے دیکھا کہ قطب نما نے کام کرنا بند کردیا ہے۔ چاروں سمت سے پانی کا ایک طوفان ہے۔ شفق کہیں غائب ہوگیا ہے۔ پانی، آسمان اور شفق سب مل جل کر ایک عجیب منظر پیدا کر رہے تھے۔ جہاز کے جنریٹر نے بجلی پیدا کرنا بند کردیا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی چیز ہمیں اپنی طرف کھینچنا چاہتی ہو۔

کچھ اسی قبیل کا مشاہدہ روبرٹ دوراند کا بھی ہے جنہوں نے ابلیسی دنیا کی سراغرسانی میں برسہا برس صرف کئے ہیں۔ روبرٹ کا کہنا ہے کہ اس علاقے میں مسلسل عجیب و غریب چیزوں کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ جب انہوں نے ہوائی جہاز سے اس علاقے کے قریبی مشاہدے کی کوشش کی تو ابلیسی کارندوں نے ان کے جہاز کو بھی سمندر میں کھینچ لینے کی کوشش کی۔ ابھی روبرٹ کا جہاز 31 ہزار فٹ کی بلندی پر تھا کہ انہوں نے دیکھا کہ سمندر کی تہہ پر عجیب و غریب حرکتیں شروع ہوگئی ہیں۔ اور آگ کا ایک فوارہ جو گوبھی کے پھول کی مانند سطح آب پر اٹھتا آرہا تھا۔ ان کے جہاز کی طرف بلند ہونا شروع ہوا۔ ان لوگوں نے کوئی تیس سیکنڈ تک اس منظر کا مشاہدہ کیا۔ کپتان نے مزید قریب جاکر مشاہدے کی کوشش نہ کی اور اپنے جہاز کا رخ دوسری طرف موڑ دیا۔ جہاز کے جاتے ہی سمندر پرسکون ہوگیا اور آگ کا گولا پانی میں کہیں روپوش ہوگیا۔ یہ اور اس قسم کے بے شمار مشاہدات اس بات کی طرف واضح اشارہ کرتے ہیں کہ پانی کے اندر آگ کی جس مخلوق نے اپنا مسکن بنایا ہے وہ کوئی اور نہیں بلکہ وہی مخلوق ہے جسے آگ سے بنایا گیا ہے اور جس نے اسی غرے میں آکر مٹی سے بنے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کردیا تھا۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر مثلث نمائے برمودا کا علاقہ شیطان کا مسکن نہ ہوتا اور محض حادثات کے نتیجے میں یہاں بے شمار جہاز ڈوب جاتے تو آخر اس کی کیا توجیہہ کی جاسکتی ہے کہ اڑنے والے مضبوط جنگی جہاز آخر فضا سے کون اچک لے جاتا ہے پھر سمندری معلومات رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ ڈوبے ہوئے جہازوں کے ٹوٹے پھوٹے حصے سطح آب پر برآمد ہوجاتے ہیں جس سے ان حادثات کی تحقیق ہوجاتی ہے۔ لیکن یہاں تو معاملہ یہ ہے کہ پورا کا پورا جہاز جس پر درجنوں انسانوں کا عملہ سوار رہا ہے ان شیاطین نے سمندر کی سطح سے نیچے کھینچ لیا ہے۔ اس طرح کہ اس کے وجود کا کوئی ثبوت بھی دنیا کو نہیں مل سکا۔ اور اسی طرح غیر مرئی ہاتھوں نے اس علاقے پر پرواز کرنے والے جنگی جہازوں کے غول کے غول فضا سے اچک لئے۔

یہ سب کچھ محض حادثات اس لئے بھی نہیں ہیں کہ اس علاقے کے بارے میں ہونے والی تحقیق نے اب تک جو اطلاعات فراہم کی ہیں۔ ان سے ایک ایسے ابلیسی دنیا کا خاکہ بنتا ہے جس کا تذکرہ مذہبی کتابوں میں درج ہے۔ پانی کی سطح پر بار بار آگ کے گولوں کا ظہور، آگ کی مخلوق کے جھنڈ کے جھنڈ کا فضا میں تیرنا اور پھر اچانک سمندر کی تہوں میں گم ہوجانا مکروہ صورت سانپوں کا سطح آب پر کثرت سے تیرنا اور آگ اگلنا یہ سب کچھ اس بات کو عقلی طور پر باور کرانے کے لئے کافی ہے کہ اس سمندر کے اس خطے کا رشتہ اس ملعون دنیائے ابلیس سے جاملتا ہے جو ازل سے کفر کے غلبے کے لئے سرگرم عمل ہے اور جس نے آج اپنی شیطانی تہذیب کے ذریعہ موجودہ دنیا پر اپنے شکنجے کس رکھے ہیں۔ یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ سمندر کی سطحوں سے اچک لئے جانے والے جہاز یا فضا میں لڑتے ہوئے اچانک غائب ہوجانے والے انسانوں سے بھرے جہاز آخر جاتے کہاں ہیں اور یہ کہ ابلیسی دنیا آخر اس بارے میں اتنی متفکر کیوں ہے۔

> بار بار آگ کے گولوں کا ظہور، آگ کی مخلوق کے جھنڈ کے جھنڈ فضا میں تیرنا اور پھر اچانک سمندر کی تہوں میں گم ہوجانا مکروہ صورت سانپوں کا سطح آب پر کثرت سے تیرنا اور آگ اگلنا یہ سب کچھ اس بات کو عقلی طور پر باور کرانے کے لئے کافی ہے کہ اس سمندر کے اس خطے کا رشتہ اس ملعون دنیائے ابلیس سے جاملتا ہے جو ازل سے کفر کے غلبے کے لئے سرگرم عمل ہے۔

(اس بارے میں مزید تفصیل آئندہ شمارے میں ملاحظہ کیجئے)

عورتوں پر گھر کے اندر بھی تشدد اور باہر بھی مظالم

خلاف جنسی اختلاط کے لئے مجبور نہیں کرسکتا اور برطانیہ میں ازدواجی عصمت دری کو بذریعہ قانون جرم قرار دیا گیا ہے۔

عصمت دری مخالف تنظیم کا خیال ہے کہ اگر حکومتیں خواتین خانہ کے ہاتھوں سے انجام دئے گئے امور کو قومی پیداوار کے جز کی حیثیت دیں اور انہیں اپنے کاموں کا معاوضہ ملنے لگے تو انہیں سماج میں وہ حیثیت مل سکتی ہے جس کی وہ اپنے تحفظ کی غرض سے خواہاں رہتی ہیں۔ عورتوں کی سرگرمیوں کو لوگوں کی نظر میں لانا انہیں تشدد سے بچانے کے لئے بہت ضروری ہے۔

عورتوں پر تشدد کا مقابلہ کرنے کے لئے منعقد دیگر ورکشاپوں کے موضوعات کا تعلق ایشیا اور تیسری دنیا میں عورتوں کی تجارت پر قابو پانے، اسکولوں اور کالجوں میں طالبات کے لئے کھیل کود کی یکساں سہولیات اور مواقع فراہم کرنے، انہیں بااختیار بناکر ان پر تشدد کی نوعیت اور سنگینی کو ہلکا کرنے، فلموں اور خصوصاً فحش ویڈیو ٹیپ پر عورتوں پر کئے جانے والے تشدد کی نمائش پر پابندی لگانے سے تھا۔

امریکی صدر بل کلنٹن کی اہلیہ بھی امریکی خواتین کے ایک وفد کے سربراہ کی حیثیت سے چین پہنچیں ان کے نزدیک یہ کانفرنس دنیا کی تمام لڑکیوں کے مستقبل کا فیصلہ کرے گی۔ اگرچہ اس وفد میں مختلف پارٹیوں سے وابستہ 45 مرد اور عورت شریک تھے لیکن سیاسی نظریاتی اختلافات کے باوجود جو بات انہیں کانفرنس کی طرف کھینچے لئے جارہی تھی وہ عورتوں کو درپیش مسائل، بچوں اور خاندان کی مشکلات، طبی امداد و نگرانی، تعلیم، ملازمت اور بنیادی قانونی اور انسانی حقوق تک رسائی کے معاملات کی طرف اقوام عالم کی توجہ کو مبذول کرنا۔ ہلیری رودھم کلنٹن کے خیال میں عورتوں اور بچوں کے مواقع سے محروم رہ جانے کی صورت میں کسی خاندان کی سماجی حیثیت بھی کمتر ہوجاتی ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہرچند کہ کسی مسئلہ کا براہ راست تعلق امریکی معاشرے سے نہیں ہے کیونکہ وہاں عورتوں کو خاص آزادی اور اقتصادی مواقع حاصل ہیں۔ امریکہ کی اس کانفرنس سے تعلق خاطر کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ اس کانفرنس کے ذریعے عالمی رہنماؤں کو ان چیلنجوں کی ایک تصویر دکھائی جاسکے جن کے مقابلے میں عورتوں کو خود اپنی اور اپنے خاندانوں کی حالت بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔

دنیا بھر کے مختلف شعبہ ہائے حیات سے تعلق رکھنے والی اس کانفرنس میں شریک خواتین کی طرف سے اس عام تاثر کا اظہار کیا گیا کہ عورتوں کو تعلیم، صحت اور مساوی اجرت کی یکساں سہولتیں فراہم کرنے اور ان پر ہونے والے تشدد کا سدباب کرنے کے معاملات کو ابھی تک سنجیدہ توجہ کے طالب سیاسی اور اقتصادی امور سے لاتعلق سمجھا جاتا رہا ہے

سمستی پور میں پولیس اور مجرموں کی ساز باز سے غریب خواتین کی عصمتیں غیر محفوظ

انصاف انصاف پکار رہی ہیں یہ مظلوم عورتیں

سمستی پور سے کوثر بھگوت پوری کی رپورٹ

سمستی پور ضلع میں روز بروز بڑھتے ہوئے جرائم اور پولیس انتظامیہ کی خاموشی اس بات کا ٹھوس ثبوت ہے کہ وہ غریبوں کے ساتھ نہیں جرائم پیشہ عناصر کے ساتھ ہے۔ گذشتہ دنوں موروا بلاک کے آنند پور گاؤں کی مدینہ خاتون اور نسیمہ خاتون کے گھر زمیندار دنیش شرما و اودھیش شرما نے اجاڑ دئے اور ان کی بے دریغ پٹائی کی۔ گاؤں والوں کے مطابق مارپیٹ کے دوران انہیں ننگا بھی کردیا گیا۔ جب وہ پہلی بار تھانہ تاج پور ایف آئی آر درج کرانے گئیں تو پولیس نے مدینہ خاتون کا تضحیک آمیز انداز میں مذاق اڑایا۔ وہ ڈری سہمی وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی اور تب جاکر سی جے ایم کورٹ میں مقدمہ درج کیا گیا۔ کچھ دنوں بعد مدینہ خاتون کے اس گھر کو جسے گاؤں کے ترس کھانے والے لوگوں نے چندہ دے کر بنوا دیا تھا پھر انہیں ظالم زمینداروں نے اجاڑ دیا اور پٹائی اس قدر کی کہ کئی روز سمستی پور صدر ہسپتال میں زیر علاج رہ کر وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوئی۔ اس خانماں برباد مسلم خاتون کے لئے صرف سی پی آئی ایم ایل کی موروا بلاک کمیٹی کے سکریٹری ونود کمار چودھری نے احتجاج کیا۔ موجودہ ضلع کلکٹر فیض اکرم کی توجہ اس جانب مبذول کرانے پر انہوں نے متعلقہ افسروں کو بلاکر مدینہ خاتون سے متعلق سانحے پر تفصیلی باتیں کرکے ظالم مجرموں کے خلاف فوری اقدام کرنے کا حکم دیا اور مدینہ خاتون کے گھر دروازے کی زمین کا پرچہ بلاتاخیر دینے کی بات کہی۔ ایس ڈی او نے مستعدی بھی دکھائی مگر جیسے ہی فیض اکرم صاحب کا سمستی پور سے تبادلہ ہوا معاملہ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ اسی دوران مدینہ خاتون نے زمینداروں کے عتاب کی تاب نہ لاکر روتے چلاتے اعلان کیا کہ کلکٹر کی رہائش گاہ پر تادم مرگ وہ بھوک ہڑتال جاری کریگی۔ اس ضمن میں موجودہ کلکٹر وصیم الدین احمد انجم نے ایک بار موروا بلاک کے دورے کے دوران خود سے اس معاملے پر مناسب اقدام کے لئے موروا بلاک کے بی ڈی او پربھات کمار کو مقرر کیا۔ لیکن پھر کچھ نہیں ہوا۔

> پھولیا دیوی 30 سالہ غریب خاتون جو سمستی پور بلاک کے دلیوا، بھگوان پور کی رہنے والی تھی گاؤں کے ہی جرائم پیشہ لوگوں نے پہلے تو اجتماعی آبروریزی کی پھر گردن کی چاندی کی ہنسولی اور ناک سے سونے کا زیور نوچ لیا اور مار کر قریب کے جوار کے کھیت میں چھپادیا۔

ادھر پھولیا دیوی 30 سالہ غریب خاتون جو سمستی پور بلاک کے دلیوا بھگوان پور کی رہنے والی تھی گاؤں کے ہی جرائم پیشہ لوگوں نے پہلے تو اجتماعی آبروریزی کی پھر گردن کی چاندی کی ہنسولی اور ناک سے سونے کا زیور نوچ لیا اور مار کر قریب کے جوار کے کھیت میں چھپا دیا۔ اس سلسلے میں بھی پولیس والوں کی خاموشی مشتبہ ہے۔ اس حادثے پر چیخ و پکار ابھی گونج ہی رہی تھی کہ بیھوتی پور بلاک کے بن بیتی (نرہن) گاؤں کی شبنم بیگم کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا اور اس سلسلے میں پولیس انتظامیہ کی مسلسل خاموشی سے بات صاف ہوگئی کہ یہاں بھی وہ جرائم پیشہ لوگوں کے ہی ساتھ ہے۔

> شبنم بیگم اپنے ہی گھر کی دو عورتوں کے ہمراہ رفع حاجت کے لئے شام میں جب قریب کے کھیت میں گئی ہوئی تھی اسی دوران گاؤں کے من چلوں نے یکایک پکڑلیا، پہلے تو ساڑی کھینچ دی اور پھر اسے اٹھاکر بھاگنے لگے مگر شبنم بیگم کے ہمراہ گئی دونوں خواتین کی مزاحمت سے وہ لوگ اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہوئے

شبنم بیگم اپنے گھر کی دو عورتوں کے ہمراہ رفع حاجت کے لئے شام میں جب قریب کے کھیت میں گئی ہوئی تھی اسی دوران گاؤں کے من چلوں نے یکایک پکڑلیا، پہلے تو ساڑی کھینچ دی اور پھر اسے اٹھاکر بھاگنے لگے مگر شبنم بیگم کے ہمراہ گئی دونوں خواتین کی مزاحمت سے وہ لوگ اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہوئے البتہ ان تینوں خواتین کو بری طرح پیٹا۔ تینوں خواتین کی حالت دیکھ کر گاؤں کے لوگوں نے پہلے تو قریبی سرکاری ہسپتال میں بھرتی کرایا اور پھر بیھوتی پور تھانہ میں کیس درج کرایا جس کا نمبر 95/31 ہے۔ اس کے بعد جرائم پیشہ لوگ شبنم بیگم اور اس کے خاندان والوں کو دھمکی دے رہے ہیں۔ گاؤں کے کچھ لوگوں نے بتایا کہ ان جرائم پیشہ لوگوں کا مزاج اس قدر چڑھا ہوا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ پولیس ہماری مٹھی میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کا ارادہ شبنم بیگم کی عصمت دری کے ساتھ ساتھ جان سے مار دینے کا بھی ہے۔

اس ضمن میں پولیس انتظامیہ کی نااہلی اور تازہ سانحے کے ساتھ ساتھ آنے والے خطروں سے انتباہ کرتے ہوئے گاؤں والوں نے اپنے مشترکہ بیان میں بہار سرکار، ہوم کمشنر، ڈی جی پی و آئی جی، ڈی آئی جی کو لکھ کر مظلوم خواتین کو انصاف دلوانے کی درخواست کی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان غریب خواتین کی چیخ و پکار کیا رنگ لاتی ہے اور کیا انہیں انصاف مل جاتا ہے۔

ضلع میں بڑھتے ہوئے جرائم اور پولیس

بقیہ صفحہ ۲ پر

جھارکھنڈ کونسل میں اپنے ساتھ ہونے والی ناانصافی پر مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر

کہاں گئے لالو یادو اور شیبو سورین کے خوشنما وعدے

جھارکھنڈ سے اشفاق عالم نفیس کی رپورٹ

مسلمانوں کے ساتھ ایک بار پھر ناانصافی کا مظاہرہ کیا گیا اور انہیں خوبصورت وعدوں پر ٹرخا دیا گیا۔ جھارکھنڈ کونسل کے قیام سے اس علاقہ کے مسلمانوں کو یہ امید تھی کہ انہیں ان کا حق دیا جائے گا ان کے تناسب کے اعتبار سے انہیں نمائندگی دی جائے گی اور مسلمان جو کہ آدی واسیوں سے محض تین فیصد کم ہیں ان کے کسی نمائندے کو وائس چیئرمین بنایا جائے گا۔ لیکن کونسل کے قیام کے ساتھ ایسی تمام قیاس آرائیاں دم توڑ گئی ہیں اور ایک بار پھر ثابت ہوگیا ہے کہ تمام سیاسی پارٹیاں اور سیاستداں مسلمانوں کو اپنے ہاتھوں کا کھلونا سمجھتے ہیں۔ لالو یادو اور شیبو سورین اکثر مسلمانوں سے وعدہ کرتے رہے ہیں کہ انہیں کونسل میں مناسب نمائندگی دی جائے گی لیکن ان کے وعدے جھوٹے ثابت ہوئے اور مسلمانوں کے ساتھ امتیاز برت کر ان لوگوں نے یہ ثابت کردیا کہ یہ بھی دوسرے سیاستدانوں کی مانند ہیں اور انہیں بھی مسلمانوں کے مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آج مسلمان لالو یادو اور شیبو سورین سے سوال کرتے ہیں کہ کیا جھارکھنڈ علاقہ میں ایک بھی ایسا مسلمان انہیں نظر نہیں آیا جو نائب چیئرمین کے عہدے کا اہل ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسے کئی مسلم رہنما ہیں جو غیر متنازعہ بھی ہیں اور جو اس عہدے کے اہل بھی ہیں لیکن نہ جانے کن مصلحتوں کی بنا پر یہ عہدہ کسی مسلمان کو نہیں دیا گیا۔

جھارکھنڈ علاقہ میں مسلمانوں کی آبادی 32 فیصد ہے۔ جو غربت و افلاس میں زندگی بسر کرتی ہے۔ مسلمانوں کی یہ آبادی جھارکھنڈ تحریک سے منسلک رہی ہے اور کسی بھی مقام پر ان کی قربانیاں دوسروں سے کم نہیں رہی ہیں۔ الیکشن میں بھی ان مسلمانوں نے جھارکھنڈ مکتی مورچہ اور جنتا دل کا کھل کر ساتھ دیا تھا۔ مگر اب جبکہ 180 رکنی خود مختار عبوری کونسل کا قیام عمل میں آگیا ہے تو اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی ہے کہ ماضی کی طرح یہاں بھی مسلمانوں کے ساتھ تعصب برتا گیا ہے اور مسلمان یہاں بھی انصاف پانے سے محروم ہوئے ہیں۔

☆شیبو سورین۔ جھارکھنڈ کونسل کا افتتاح کرتے ہوئے

سماجی انصاف کا نعرہ دینے والے اور اقلیتوں کے مسیحا کہے جانے والے وزیر اعلیٰ نے بھی اس عبوری کونسل میں مسلمانوں کو صرف 14 نشستیں دے کر اور ایکزیکٹیو باڈی میں صرف دو مسلمانوں کو شامل کرکے اپنے لفظی مسیحا ہونے والی بات سچ ثابت کردی ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کو ان کی آبادی کے تناسب سے بھی اگر نشستیں دی جاتیں تو کم از کم پچاس نشستیں تو مل ہی جاتیں۔ مذکورہ 14 نشستیں بھی انہی مسلمانوں کو ملی ہیں جو جنتا دل یا جھارکھنڈ مکتی مورچہ کے فعال رکن ہیں۔

جبکہ اس علاقہ کی درجنوں مسلم تنظیموں نے جھارکھنڈ تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ اس عبوری کونسل میں مسلمانوں سے متعلق امور کی وضاحت بھی نہیں کی گئی ہے جس سے پتہ چلے کہ محکمہ اقلیتی فلاح، اقلیتی کمیشن، اقلیتی مالی کارپوریشن، مدرسہ بورڈ، اردو اکاڈمی، حج کمیٹی، وقف بورڈ اور دیگر اقلیتی فلاحی ادارے قائم کئے جائیں گے یا نہیں؟ یا جھارکھنڈ علاقے میں پڑنے والے وہ ادارے جن کی امداد حکومت بہار سے ہوتی تھی کونسل بننے کے بعد ان اداروں کی ذمہ داری کن پر عائد ہوگی؟ حکومت بہار یا کونسل پر؟ مذکورہ باتوں پر مسلمانوں کو حیرت و تشویش تو ہے ہی ساتھ ساتھ ان کے اندر بیزاری بھی پائی جاتی ہے۔ کیونکہ کونسل کے قیام کے اعلان کے وقت سے ہی مسلمانوں کو یہ امید تھی کہ انہیں اس کونسل میں مناسب نمائندگی ملے گی اور کم از کم نائب چیئرمین کا عہدہ کسی مسلمان ہی کو دیا جائے گا۔ مگر وزیر اعلیٰ نے مسلمانوں کو مایوس کردیا۔

☆وزیر اعلیٰ لالو یادو —— اپنا وعدہ پورا کریں

بہرحال نمائندگی کے میدان میں تو ریاستی حکومت اور جھارکھنڈ مکتی مورچہ سے منسلک لیڈران نے مسلمانوں کو نظرانداز کردیا ہے۔ جسے مسلمان شاید اس امید پر برداشت کرلیں کہ ریاستی حکومت اور عبوری خود مختار کونسل کے اکثر لیڈران جو کہ جھارکھنڈ مکتی مورچہ سے تعلق رکھتے ہیں اور مسلمانوں ترقی کی باتیں ہمیشہ کرتے رہے ہیں۔ اب جبکہ ان کے پاس سارے ترقیاتی فنڈ ہوں گے وہ مسلمانوں کی ترقی کے لئے پرخلوص انداز میں ضرور کام کریں گے۔ لیکن اگر عبوری کونسل کے اراکین نے بھی مسلمانوں کی امیدوں کو پورا نہ کیا اور ان کی ترقی کے لئے کوئی عملی قدم نہ اٹھایا تو مسلمانوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوجائے گا اور وہ لوک سبھا کے انتخاب میں جنتا دل اور اس کی حلیف جماعتوں کی مخالفت کرنے پر مجبور ہوں گے۔ اور اپنی 32 فیصد آبادی سے کسی بھی سیکولر جماعت کو فتح سے ہمکنار کردیں گے۔

عالمی خواتین کانفرنس یا عورت کو بازاری جنس بنانے کی اس

تحفظ نسواں کے نام پر جنس زدہ جنونی لوگوں کے بیڈروم میں گو

خواتین پر مردوں کی ہیبت و تسلط قائم رکھنے کے لئے مغرب انہیں بازار کے بکاؤ مال کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے۔ آج اگر عالم اسلام کسی دباؤ میں آکر مغرب کی قیادت قبول کرکے اس کے وضع کردہ اصولوں پر چلنے لگے تو اسلام کی نظر میں یہ بات ہرگز قابل قبول نہ ہوگی۔ اسی لئے مسلم نمائندوں کو چاہئے کہ مل بیٹھ کر ان وثیقوں پر غور و خوض کریں جو مسلمانوں کو ان کے دین سے بیگانہ کرتا ہو اور جس کے ذریعے اہل مغرب مسلمانوں کی زندگی میں اسلام کے کردار کی اہمیت کو دھندلا کرنے پر کمربستہ ہیں۔ اس طرح وہ انسان کو نفس کا غلام بنا دینا چاہتے ہیں جس کا روحانی، دینی اور اخلاقی اقدار سے کبھی واسطہ نہ پڑا ہو۔ واضح رہے کہ قاہرہ کی کانفرنس میں تو مغرب کو اپنے ارادوں میں کامیابی نہ مل سکی اس پر پرانا شکاری نیا جال لایا ہے اور اپنے سے کمزور قوموں کو سبز باغ دکھا کر مقصد برآری چاہتا ہے۔

مساوات اور ترقی کی غرض سے عورتوں کو مختلف شعبوں میں کام کرنے کے مواقع کی فراہمی اس کانفرنس کے مرکزی نکات میں سے ہے۔ میدان عمل کی تفریق کے بغیر عورتوں کو کام کرنے کے مواقع کی فراہمی کی بات خود ہی اسلامی اصول سے متصادم ہو رہی ہے۔

عورتوں کا اس طرح میدان عمل میں آنا جس طرح کہ مرد کسب معاش کے لئے آتے ہیں خاندان کی بہبود کے حق میں ہرگز مفید نہیں ہو سکتا جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں اپنی کج فہمی کا ثبوت دیتے ہیں کیونکہ یہ دین کی مبادیات سے متصادم ہوتا ہے جن کا مقصد بشریت کی فلاح ہے۔ اور خاندان کی تشکیل کے لئے شرعی اصول اور سماوی قانون سے انحراف نہ صرف یہ کہ نوع انسانی کے تحفظ میں جارح ہوتا ہے بلکہ نسل انسانی کے تسلسل میں بھی رکاوٹیں لگاتا ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ کانفرنس کا ایجنڈا کسی خاص مقصد کے لئے وضع کیا گیا ہے اور اسی لئے ایک ہی مسئلے کے تیں متضاد رویے اختیار کئے گئے ہیں۔ وہ مقصد ہے پوری موجودہ انسانی نسل کی اخلاقی اور دینی روح سلب کرکے انہیں جانور اور مشین میں تبدیل کردو اور وقت ضرورت جہاں چاہے لگادو۔ جب وہ بے حس ہوجائیں گے تو ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اس پر وہ ہرگز کوئی ردعمل ظاہر نہیں کریں گے۔ یہ ہے وہ سازش جسے مغرب کی استحصال پسندی نے تیار کیا ہے۔ عورتوں کو زندگی کے ہر شعبے میں کام کے مواقع فراہم کرنے کا نعرہ دے کر مغربی طاقتوں نے اپنے کارخانے کے لئے سستے اور بے زبان مزدور بھرتی کرنے کا ایک منصوبہ تیار کیا ہے اور اس رکروٹنگ کا پروانہ جواز اقوام متحدہ سے حاصل کیا ہے۔ ان کا دعوی ہے کہ اس طرح وہ نسل انسانی کو عموماً اور عورتوں کو خصوصاً قدامت کی تاریکی سے جدیدیت کی روشنی کی طرف لا رہے ہیں لیکن زمانہ شاہد ہے کہ آج عملاً جو صورت حال سامنے ہے وہ ان کے دعووں کو کھوکھلا ثابت کر رہی ہے

جنس کی بنیاد پر مرد و زن کی ذمہ داریوں کے دائرہ کار کے درمیان فرق کو مٹانے کی مغربی کوششوں کے نتیجے میں دنیا نے ترقی تو ضرور کی ہے لیکن مخالف سمت میں، اور یہ بات سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ بصارت اور بصیرت کے درمیان واقع باریک فرق کو سمجھا جائے۔ اللہ عزوجل نے مذہب و ملت کی تفریق کے بغیر اپنے بندوں کو بتایا ہے کہ اس نے سب کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے اس لئے وہ اپنے رب سے ڈریں اور تقوی اختیار کریں۔ اس تقوے کے لئے ایک راہ متعین کی گئی ہے جو ہمارے تمام اعمال کی کلید بن جائے۔ جس پر تمام انبیاء کرام کا عمل رہا ہے۔ جہاں تک مرد اور عورت کے درمیان مساوات کا تعلق ہے تو اس پر اسلام کا موقف بہت واضح ہے۔ اس مساوات میں تکامل کے عنصر کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس کی سادہ سی مثال یہ ہے کہ اگر کسی چھوٹے سے قطعہ آراضی کو پھاوڑے سے کھود کر ہموار کرنا ہے تو کسی گھر کے مرد اور عورت کے درمیان وہ کام آدھا آدھا تقسیم نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ دیکھنا ہوگا کہ جتنی دیر میں مرد وہ کھیت ہموار کرلے (اور ظاہر ہے کہ یہ عمل خاندان کی بہبود کے لئے ہی ہو رہا ہے) عورت اپنی فطرت و بساط کے مطابق کوئی اور کام کرے جو یکساں طور پر خاندان کے لئے مفید ہو۔ یہاں عورت کے پھاوڑا چلانے کی صلاحیت سے انکار مقصود نہیں بلکہ یہ وضاحت کرنا ہے کہ ضروری نہیں کہ اس پر یہ کام مسلط کیا جائے۔

کسب معاش کے مقصد سے کام کرنے کی ذمہ داری اللہ عزوجل نے عورت پر نہیں رکھی ہے بلکہ کفالت کی ذمہ داری پوری طرح مرد کا حصہ ہے۔ عورت اگر بیٹی ہے تو اس کی کفالت باپ کرتا ہے، اگر بیوی ہے تو مدت زوجیت تک اس کا کفیل شوہر ہوتا ہے اور اگر بہن ہے تو اس کا کفیل بھائی ہوتا ہے۔ اگر ان میں کوئی بھی نہ رہ جائے تو مسلمانوں کی جماعت پر اس کی کفالت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اگر جماعت اس فرض کفایہ سے کوتاہی برتے تو اس کا ہر فرد قابل مواخذہ ہے۔

عورت سے کسب معاش کی ذمہ داری کا مطالبہ نہ کرنے کی سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ سوء استعمال سے اسے بچانا منظور ہے کیونکہ طہارت نسل کو برقرار رکھنے کی غرض سے اس کی عزت و آبرو کا تحفظ بھی ایک بنیادی ضرورت ہے۔ غور کیجئے کہ اگر عورت پر ولادت و رضاعت اور امور خانہ داری کے ساتھ کسب معاش کی ذمہ داری بھی ڈال دی جائے تو اس پر کتنا بڑا ظلم ہوگا۔ لیکن فی زمانہ ترقی کے عروج پر پہنچے ہوئے افراد کا ایک طبقہ عورت کو عملاً اسی مقام پر لوٹانا چاہتا ہے۔ عورت کی پیٹھ تھپتھپانے والا یہی طبقہ ہے جو اسے اس خوش فہمی میں مبتلا کرتا ہے کہ اس میں بے پناہ صلاحیتیں ہیں اور دنیا کی ترقی میں ان صلاحیتوں کو نمایاں طور پر بروئے کار لایا جاسکتا ہے۔ عورت نہ ہوئی تیل کا ابلتا ہوا کنواں ہوگئی کہ اس میں پوشیدہ اتھاہ دولت سے ابھی تک دنیا محروم تھی اور اب وہ اپنے صارفانہ استعمال کے لئے بے تاب ہے۔ لہذا اسے بازار میں گھسیٹ کر لانے کے لئے کبھی اسلام کے نظام زواج و طلاق پر کیچڑ اچھالی جاتی ہے کبھی تعلیم پر۔ روشن خیال، جمہوریت پسند دانشور قرآن و حدیث کی تفسیر و تاویل کرنے بیٹھتے ہیں، کبھی نظام میراث پر ناانصافی کا الزام لگایا جاتا ہے اور مسلمان عورت کو میدان جہاد میں کود پڑنے کی دعوت دی جاتی ہے کیونکہ دنیا کی مظلوم ترین عورت ان کی نظر میں

محض شوہر کی مرضی
تعذیر جرم قرار دیا گیا
کے مقصد سے جن
ولادت پر مجبور کیا

مسلم مندوبین نماز ادا کرکے مسجد سے باہر نکلتے ہوئے

> عورتوں کی پیٹھ تھپتھپانے والا یہی طبقہ ہے جو اسے اس خوش فہمی میں مبتلا کرتا ہے کہ اس میں بے پناہ صلاحیتیں ہیں اور دنیا کی ترقی میں ان صلاحیتوں کو نمایاں طور پر بروئے کار لایا جاسکتا ہے۔ عورت نہ ہوئی تیل کا ابلتا ہوا کنواں ہوگئی کہ اس میں پوشیدہ اتھاہ دولت سے ابھی تک دنیا محروم تھی اور اب وہ اپنے صارفانہ استعمال کے لئے بے تاب ہے۔

اس شمارے کی قیمت چار روپے
سالانہ چندہ ایک سو پچاس روپے / چالیس امریکی ڈالر
یکے از مطبوعات
مسلم میڈیا ٹرسٹ
پرنٹر، پبلیشر، ایڈیٹر محمد احمد سعید نے
تیج پریس بہادر شاہ ظفر مارگ سے چھپوا کر
دفتر ملی ٹائمز انٹرنیشنل
49 ابوالفضل انکلیو،
جامعہ نگر، نئی دہلی۔25 سے شائع کیا
فون : 6827018
سری نگر بذریعہ ہوائی جہاز 50۔4 روپے

عورتوں پر گھر کے اندر بھی تشدد اور با

بیجنگ کانفرنس برائے خواتین: من

181 ممالک کے مندوبین کی موجودگی میں عورتوں کے مسائل پر ہوارو (چین) میں اقوام متحدہ کے زیر اہتمام منعقد چوتھی عالمی کانفرنس کی این جی او فورم کی طرف سے عورتوں پر ہونے والے تشدد کے مسئلے کو بھی اٹھایا گیا اور دنیا کی حکومتوں کو اس کی سنگینی کے تئیں بیدار کرنے اور موثر اقدام کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ انڈونیشیائی عورتوں کے ایک گروہ نے ہاتھوں میں کانٹوں میں گھرے گلاب کی تصویر والے پوسٹر اٹھا رکھے تھے گویا وہ یہ کہنا چاہتی تھیں کہ ان کی نجی زندگی میں خوشیاں کم اور غم و آلام زیادہ ہیں۔ اس خیال میں شادی شدہ، ملازمت پیشہ، پناہ گزیں اور دیگر سبھی زمرے کی خواتین شریک ہیں۔ این جی او فورم کے 199 صفحات پر مشتمل پروگرام میں درج شدہ ورکشاپوں اور اہم سرگرمیوں میں عورتوں پر مختلف نوعیت کے مظالم اور تشدد پر تبادلہ خیال اور ان کا حل تلاش کرنا بھی تھا۔ مثال کے طور پر ایک برطانوی وفد نے سیاہ فام عورتوں، معذور اور پیشہ ور عورتوں کے لئے خود مدافعتی تدابیر وضع کرنے کی ضرورت پر غور و خوض کیا تو امریکی خواتین کے ایک گروہ نے رات کے وقت شاہراہوں پر عورتوں کی حفاظت کی ضرورت کی جانب توجہ دلائی۔

> 17 سے 38 فیصد عورتیں اپنے شوہروں یا مردوں کے ہاتھوں جسمانی حملوں کی زد پر آتی رہتی ہیں تقریباً ایک کروڑ لڑکیاں تناسلی تخریب کے عذاب سے گذرتی ہیں اور اجتماعی عصمت دری کا قابل نفریں رجحان بھی زور پکڑتا جا رہا ہے۔

چینی عورتوں نے شوہروں کی طرف سے ان پر ہونے والی زیادتیوں کی روداد سامنے رکھی۔ ایک برطانوی تنظیم "عصمت دری مخالف خواتین" کی طرف سے فیکٹریوں اور دیگر اداروں میں رات کو کام کرنے والی عورتوں کے لئے فراہم کردہ ناکافی حفاظتی انتظامات پر تشویش کا اظہار کیا۔ ان کے مطابق گھر اور گھر کے باہر دونوں جگہ عورتیں تشدد کا شکار ہوتی ہیں اور خصوصاً انڈونیشیا جیسے مسلم سماج میں مذہبی پابندیوں کی بناء پر عورتیں حرف شکایت زبان پر نہیں لاتیں کیونکہ وہ سمجھتی ہیں کہ بذات خود مذہب میں کوئی خرابی نہیں ہے لیکن مذہب کی تشریح مردوں پر مشتمل بااختیار طبقے کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

میڈیا رپورٹوں کے مطابق عورتوں پر ازدواجی اور خانگی تشدد کے واقعات میں حالیہ برسوں میں خاصی تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل بطروس غالی نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ پوری دنیا میں عورتوں پر مظالم کی تعداد اور اس کی سنگینی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ انہوں نے کانفرنس کے افتتاحی کلمات میں کہا کہ دس ممالک

اس بین الاقوامی تماشے میں انسانی حقوق کی بری طرح پامالی کی گئی

حقوق خواتین کے نام پر منعقد کانفرنس عملی تضاد کا نمونہ

عالمی کانفرنس برائے خواتین کے لئے وسیع پیمانے پر کئے گئے انتظامات اور اس میں ہر طبقے اور ہر مکتب فکر سے وابستہ خواتین کی شرکت سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ انہیں وہاں جاکر سب کچھ کرنے اور کہنے کی آزادی حاصل تھی۔ خواتین کے مستقبل کے اجتماع کے منتظمین نے چینی میزبانوں پر آزادی تقریر سلب کرنے کا الزام لگایا اور اگر یہی سلسلہ چند روز اور چلتا تو مختلف غیر سرکاری تنظیمیں احتجاج اور کانفرنس کے بائیکاٹ کا راستہ اختیار کرلیتیں۔ این جی او فورم آرگنائزنگ کمیٹی کی کنوینز کا بیان ہے کہ 5000 چینی رضاکار مستقل مندوبین کی نقل وحرکت پر نظر رکھے ہوئے تھیں اور بعض کو تو مشکوک قرار دے کر چین میں داخل ہونے کا ویزا بھی نہیں دیا گیا۔ ابھی چند روز قبل کسی غیر ملک میں مقیم نوتبتی خواتین نے یہ بیان دیا ہے کہ تبت میں چینی حکومت کی زیادتیوں کے موضوع پر ہونے والی ایک ورکشاپ کو مقررہ وقت سے پہلے ختم کرنے پر **مجبور کیا** گیا۔ تبتی خاتون کی تمام حرکات وسکنات اور گفتگو کو **ٹیپ** کیا جارہا تھا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جیسا کہ امریکی انڈر سکریٹری آف اسٹیٹ ٹموتھی ورک نے بتایا کہ کانفرنس کے معاملات کا چینی حفاظتی قوانین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ کانفرنس میں شریک مندوبین کی تعداد میں ایک تہائی مرد تھے۔ **سوال یہ پیدا ہوتا ہے** کہ کیا اتنی بڑی تعداد میں مرد مندوبین کو بلانے کا مقصد خواتین کو مانیٹر کرنا تھا

مسلم مندوبین اسلام کے حق میں آواز بلند کرتے ہوئے

☆ دو خواتین صحافی کانفرنس کی ویڈیو گرافی کرنے میں مشغول

سطور بالا میں عورتوں کی بے بسی کے حوالے سے حقوق انسانی کے تحفظ کے نام پر ہونے والے بین الاقوامی تماشے میں انسانی حقوق کی پامالی کے ایک پہلو کی جھلک پیش کی گئی۔ اب آیئے ایک نگاہ اس پر بھی ڈالیں کہ اس کانفرنس کے داعیان نے اخلاق اور مذہبی اقدار کے تئیں کیا رویہ اختیار کیا۔ اس ضمن میں رابطہ عالم اسلامی کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر احمد محمد علی کے تاثرات قابل ذکر ہیں جنہوں نے اخلاق و مذہب کے دائرہ کار میں اس کانفرنس کی سرگرمیوں اور اس کے ممکنہ فیصلوں کی معنویت کا جائزہ لیا ہے۔ انہوں نے اس پر اظہار افسوس کیا ہے کہ 1994 میں آبادی اور ترقی کے موضوع پر قاہرہ میں منعقد کانفرنس کی طرح چین کی کانفرنس کے بیشتر دستاویزات میں بھی اخلاقی اور مذہبی پہلوؤں کو نظر انداز کیا گیا۔ رابطہ کے مندوبین کے سربراہ کی حیثیت سے موصوف نے اس عزم کا اظہار کیا کہ کانفرنس کے دوران وہ اقوام متحدہ کے خالص مادی انداز فکر اور طرز عمل کے خلاف ایک متحدہ موقف اختیار کرنے کے لئے جدوجہد کریں گے۔ انہوں نے یہ محسوس کیا کہ اقوام متحدہ کو اپنی ایک بین الاقوامی تنظیم کی حیثیت کو برقرار رکھتے ہوئے دنیا کی تمام اقوام کی ثقافتی اقدار کی نمائندگی کا فرض ادا کرنا چاہئے نہ یہ کہ پوری دنیا پر ایک ہی نظریہ مسلط کرنے کی کوشش میں بڑی طاقتوں کا آلہ کار بن جائے۔ اسی خیال کے تحت رابطہ کی جانب سے کانفرنس کے اصل دستاویز میں بعض اہم تبدیلیوں کی تجویز پیش کی گئی تھی اور اس تجویز میں دنیا بھر کی ساٹھ غیر سرکاری اسلامی تنظیموں کے نمائندوں کی رائے شامل تھی۔

اسلامی تنظیموں کی طرف سے پیش کردہ تجویز میں خاندانی بہبود کے پہلوؤں کو نمایاں اہمیت دیتے ہوئے، روحانی، مذہبی اور اخلاقی اقدار پر خاصا زور دیا گیا تھا۔ اور عورت اور مرد کی مساوی حیثیتوں کو تسلیم کراتے ہوئے

> عورتوں کو جو حق اسلام نے دے رکھے ہیں وہ عورتوں کی مخصوص ضروریات کے عین مطابق ہیں اور جس کے تحت وہ بقیہ مردوں کی ہی طرح بنیادی حقوق سے بہرہ مند ہوتی ہیں۔ نیز یہ کہ انہیں ماں، بیوی اور بہن کی حیثیت سے خصوصی مراعات بھی حاصل ہوتی ہیں۔

ان کے مابین کھڑی ہونے والی مشکلات کے اسباب کا پتہ لگانے کی ضرورت کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔ ڈاکٹر علی نے اس بات پر شدید تشویش ظاہر کی کہ مالی امداد کے حاجت مند غریب ممالک مغربی طاقتوں کے مادی نظریات کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوسکتے ہیں اور اگر اس سمت میں کوئی ٹھوس اقدام نہ کیا گیا تو کانفرنس کی دستاویزات کو اقوام متحدہ اور اس کے مالی اور اقتصادی ادارے مثلاً عالمی بینک اپنے نظریات کو دوسروں پر تھوپنے کا ذریعہ بنا سکتے ہیں۔

انسانی سماج کے تئیں اقوام متحدہ کے اختیار کردہ اقدار سے خالی انداز فکر کے خطرات سے دنیا کو آگاہ کرنے کے لئے رابطے کے سربراہ نے ویٹکن اور بعض غیر اسلامی اداروں کی حمایت کے حصول کی سمت میں بھی قدم اٹھایا کیونکہ ان اقدار پر نہ صرف اہل اسلام بلکہ عیسائیت اور دیگر مذاہب کے حلقہ بگوشوں کی ایک بڑی تعداد عمل پیرا ہے اور جب ایسا ہے تو مغربی طاقتوں اور اہم عالمی اداروں اور ذرائع ابلاغ پر اپنے مکمل تسلط کے باوجود اقوام متحدہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں کو بھی اپنے خود ساختہ تصور حیات کا اسیر بنا کر رکھے۔

اس کوشش کی ایک کڑی کے طور پر مسلمان خواتین کی جماعتوں نے واشنگٹن کے نیشنل پریس کلب میں ایک مباحثے کا اہتمام کیا تھا جہاں انہوں نے بیجنگ کانفرنس کے دستاویز سے متعلق اپنے نقطہ ہائے نظر کا اظہار کیا۔

ایک سوال کی وضاحت کرتے ہوئے کہ مسلمان ایسے کسی دستاویز کی تیاری کے عمل میں کیوں شریک نہیں رہتے اور مستقبل میں اس صورت حال پر قابو کیسے پایا جاسکتا ہے ڈاکٹر علی نے اس جانب اشارہ کیا کہ اس طرح کی کانفرنسوں کے ایجنڈے ایسی عالمی تنظیموں کے ہاتھوں تیار کئے جاتے ہیں جو مغربی طاقتوں کے اشاروں پر ناچتی ہیں حالانکہ نئے عالمی نظام کے عہد میں کسی ادارے کا مخصوص طاقتوں کی مٹھی میں ہونا خود اس عہد کی روح کے منافی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ اجارہ پسند طاقتوں کی شہ پر قاہرہ کی کانفرنس میں بعض غیر سرکاری تنظیموں کی طرف سے انسانیت کا منہ چڑانے کے لئے ہم جنسی اور آزاد جنسی جیسے غیر فطری اعمال کو سند اعتبار دینے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

ان تمام نزاکتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے رابطے کے سکریٹری جنرل نے عالمی کانفرنس برائے خواتین کی سکریٹری جنرل گریٹوڈ مونگیلا کے نام اپنے پیغام میں اس کی خاص طور پر صراحت کردی کہ مساوات، ترقی اور امن کے متعینہ مقاصد کا حصول دنیا کے مختلف معاشروں میں مروج بنیادی اقدار کا احترام کرکے ہی ممکن ہوسکتا ہے۔ اس اعتبار سے اگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ عورتوں کو جو حقوق اسلام نے دے رکھے ہیں وہ عورتوں کی مخصوص ضروریات کے عین مطابق ہیں اور جس کے تحت وہ

بقیہ: صفحہ ۳ پر

والے لاکھوں بچوں، بیوہ ہوجانے والی بے شمار عورتوں، بے گھر اور بے در ہوجانے والے لاتعداد افراد کی کسمپرسی کی طرف مغرب کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی فرصت نہیں ملی کیونکہ ان مسائل کی طرف سے مجرمانہ غفلت میں ہی اس کا فائدہ ہے۔

ایڈز جس کے نام سے آدمی پر رعشہ طاری ہوجائے اس کے سلسلے میں مغرب میں ہی ہونے والی تحقیقات شاہد ہیں کہ اس کا اصل سبب بے مہار جنس زدگی ہے۔ اس پر یہ طے کرلیا گیا کہ ایڈز مختلف عورتوں سے اختلاط کے نتیجے ہی میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کا سیدھا سا مضحکہ خیز حل ایک پلیٹ فارم سے یہ پیش کردیا گیا کہ ہم جنسی کو قانونی جواز عطا کردیا جائے اس سے ایڈز کو کنٹرول کرنے اور دنیا کی آبادی کو قابو میں رکھنے کا انتظام ہوجائے گا انسانیت کا جنازہ اگر نکل جائے تو اس کی بلا سے۔

> ...جنسی اختلاط کو ازدواجی عصمت دری کا نام دے کر اسے قابل ... ہے۔ لیکن بوسنیا کے ایذا رسانی کیمپوں میں باقاعدہ نسلی تطہیر ... روں عورتوں کی سفاکانہ آبروریزی کرکے انہیں حاملہ کیا گیا اور ... اس پر ابھی تک دنیا کا کوئی قانون دست اندازی نہیں کرسکا۔

موجودہ عالمی صورت حال میں انسانی حقوق اور خصوصاً خواتین کے حقوق اور اس سے متعلق مسائل کے سلسلے میں اقوام متحدہ کا جو کردار سامنے آرہا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی جنس زدہ جنونی تحفظ حقوق نسواں کے رضاکار کا بلا لگائے ہوئے ہمارے گھر میں ہی نہیں بلکہ بیڈروم میں بھی گھسا آرہا ہے۔

قابل نفریں رجحان بھی زور پکڑتا جارہا ہے۔

این جی او فورم کے مطابق لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں اور عورتوں کو کم غیر متوازن اور غیر تغذیہ بخش خوراک اور خاندان میں کمتر حیثیت دینے کا سماجی رجحان بھی عورتوں پر تشدد کی ہی ایک شکل ہے۔ نیز یہ کہ معتمد افراد کے ہاتھوں کم عمر لڑکیوں کا جنسی استحصال انہیں ناپختہ عمر میں ہی جسم فروشی اختیار کرنے پر مجبور کردیتا ہے۔ خواتین کے حقوق کے لئے جدوجہد میں مصروف نیم یا غیر سرکاری تنظیمیں ازدواجی عصمت دری کا بھی مخصوص تصور رکھتی ہیں جس کے تحت

ایک مراکشی خاتون عورتوں کے حقوق کی آواز بلند کرتے ہوئے

کوئی شوہر اپنی منکوحہ کو اس کی مرضی اور رغبت کے

بقیہ: صفحہ ۸ پر

جماعت اسلامی کے جلسے میں گاندھی جی کی شرکت پر کانگریسیوں نے اعتراض کیا تو انہوں نے کہا

میں جماعت کے جلسے میں پیدل چل کر جانے میں خوشی محسوس کروں گا

یادداشت : حسنین سید

جب میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں زیر تعلیم تھا (1934ء سے 1940ء تک) تو اپنے محترم شفیق استاذ ڈاکٹر سید محمد عابد حسین مرحوم کی کتاب "تلاش حق" جو گاندھی جی کی خود نوشت سوانح عمری "مائی ایکسپریمنٹ وِتھ ٹرتھ" تھی پڑھنے کو ملی۔ اس سے گاندھی جی کے متعلق عقیدت و احترام پیدا ہوا۔ اس زمانے میں دو سیاسی جماعتوں کانگریس اور مسلم لیگ کا بڑا زور تھا۔ اس وقت مسلم لیگ کے علاوہ جمعیۃ علماء ہند اور احرار پارٹی بھی تھی۔ تو ان کی بھی ہمدردی کانگریس کے ساتھ تھی۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے اساتذہ اور طلبہ بھی کانگریس کے حامی تھے۔ لہذا گاندھی جی پنڈت جواہر لال نہرو سے بہت قریب تھے۔

1946ء میں جماعت اسلامی مشرقی ہند کا ایک اجتماع پٹنہ میں ہوا۔ کچھ دنوں پہلے بہار میں ہولناک فرقہ وارانہ فسادات ہوئے تھے۔ فرقہ وارانہ فضا کو سازگار بنانے اور مسلمانوں کی دلجوئی کے لئے گاندھی جی پٹنہ میں مقیم تھے۔ اس وقت کے وزیر تعلیم ڈاکٹر سید محمود مرحوم کے یہاں ان کا قیام تھا۔ اور موجودہ گاندھی میدان کے شمالی اور مغربی گوشے میں گاندھی جی شام کو پرارتھنا کیا کرتے تھے۔ مولانا محمد شفیع داؤدی جو مظفر پور کے ایک وکیل تھے۔ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس لندن میں مسلمانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے۔ حکومت ہند کے وائسرائے کونسل کے ایک ممبر بھی رہ چکے تھے۔ ان کی گاندھی جی سے قربت تھی۔ وہ جماعت اسلامی سے بہت قریب ہوچکے تھے۔ بعد میں جماعت اسلامی کے رکن بھی ہوئے۔ انہوں نے اپنے طور پر گاندھی جی کو جماعت اسلامی مشرقی ہند کے اجتماع میں شرکت کی دعوت دی۔ اور جماعت اسلامی کا ان سے تعارف کرایا۔ گاندھی جی شرکت پر آمادہ ہوگئے۔ مولانا شفیع داؤدی نے آکر مجھ کو بتایا کہ میں نے گاندھی جی سے جماعت اسلامی کا تعارف کرایا ہے۔ اور جماعت کے مشرقی ہند کے اجتماع میں شرکت کی دعوت دی ہے۔ اور وہ شرکت پر آمادہ ہوگئے ہیں۔ میں نے کہا یہ ایک اچھی بات ہے مگر وہ شام کی پرارتھنا میں جب جاتے ہیں

گاندھی جی اور پنڈت جواہر لال نہرو

تو اپنی بہو اور پوتی کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر جاتے ہیں۔ جماعت کے اجتماع میں خواتین کے لئے پردہ کا اہتمام ہوتا ہے۔ اور ان کی نشست الگ رکھی جاتی ہے۔ لہذا وہ جماعت کے اجتماع میں اپنی بہو اور پوتی کے ساتھ مردوں کی نشست میں شرکت نہیں کرسکتے۔ ان کی بہو اور پوتی کو خواتین کی نشست میں بیٹھنا ہوگا۔ مولانا شفیع داؤدی مرحوم نے یہ باتیں گاندھی جی تک پہنچائی۔ انہوں نے ان شرائط کو پسند کیا۔ اور شام کی پرارتھنا کے بعد موٹر پر اجتماع گاہ تشریف لائے۔ عبدالمعز منظر صاحب کو جو اس وقت بارہ تیرہ سال کے رہے ہوں گے خواتین کے اجتماع کا انچارج بنایا گیا تھا۔ انہوں نے گاندھی جی کی بہو اور پوتی کو موٹر سے اترنے کے بعد خواتین کے اجتماع میں رہنمائی کی۔ مشرقی ہند کے اجتماع میں مرکز جماعت اسلامی لاہور سے مولانا امین احسن اصلاحی مدظلہ، مولانا نصراللہ خاں عزیز مرحوم اور محمد ہاشم صاحب (غالباً مرحوم) شرکت کے لئے تشریف لائے۔ اجتماع گاہ میں اسٹیج نہیں بنایا گیا تھا۔ ایک سفید چادر پر ایک کرسی رکھ دی گئی تھی۔ اور مولانا امین احسن اصلاحی نے کرسی پر بیٹھ کر جلسہ عام سے خطاب کیا۔ مولانا امین احسن اصلاحی کا خطاب جب شروع ہوچکا تو گاندھی جی کو ان کی کرسی کے قریب بٹھا دیا گیا۔ مولانا نے تقریباً 45 منٹ تقریر کی۔ گاندھی جی نے فرمایا "میں نے آپ کی تقریر غور اور توجہ سے سنی" اس وقت گاندھی جی سے کہا گیا کہ چلئے آپ کو موٹر تک پہنچا دیں ورنہ لوگ آپ کے درشن کے لئے ٹوٹ پڑیں گے اور ان کو روکنا مشکل ہوجائے گا۔ لہذا ان کو موٹر تک پہنچا دیا گیا اور ان کی بہو اور پوتی کو بھی پہنچا دیا گیا۔ وہ اجتماع گاہ سے تشریف لے گئے۔

مورخہ ۹ جون ۱۹۳۸ء

بھائی محمد حسین۔

آپ کا خط ملا۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم کے بارے میں کیا لکھوں؟ لیکن اتنا تو میں کہہ سکتا ہوں کہ جب انکی مشہور نظم "ہندوستان ہمارا" پڑھی تو میرا دل بھر آیا۔ اور یرودا جیل میں تو سینکڑوں بار میں نے اس نظم کو گایا ہوگا۔ اس نظم کے الفاظ مجھے بہت ہی میٹھے لگے اور یہ خط لکھتا ہوں تب بھی وہ نظم میرے کانوں میں گونج رہی ہے

آپکا مو۔ک۔ گاندھی

دوسرے دن اخبارات میں مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والے جماعت اسلامی والوں پر بہت برہم ہوئے ان لوگوں کو جماعت اسلامی کے اجتماع گاہ میں گاندھی جی کو مدعو کرنا ناگوار ہوا۔ اور جماعت کے بارے میں لکھا کہ جماعت اسلامی بھی کانگریس کی حامی ہے۔ ادھر کانگریسی اخبار نے اس بات پر برہمی کا اظہار کیا کہ گاندھی جی کو جماعت اسلامی کے جلسے میں شرکت نہیں کرنی چاہئے تھی۔ یہ ان کے مرتبے کے خلاف بات ہوئی۔ اس کا جواب گاندھی جی نے تیسرے دن کی پرارتھنا سبھا میں دیا۔ یہ بات صحیح ہے کہ میں جماعت اسلامی کے جلسے میں شریک ہوا۔ جماعت اسلامی کے لوگ فقیر ہیں مگر ایسے فقیر نہیں جو گندے کپڑوں میں رہتے ہیں۔ اور بھیک مانگتے ہیں۔ بلکہ دل کے فقیر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب تم لوگ اللہ پر ایمان کا دعوی کرتے ہو تو اللہ کے حکموں پر بھی عمل کرنا چاہئے۔ ہم بھی اپنے ہندو بھائیوں سے کہیں گے کہ جب وہ رام کو ماننے کا دعوی کرتے ہیں تو ان کو رام کے طریقے پر چلنا چاہئے۔ اس دفعہ تو میں موٹر پر بیٹھ کر جماعت کے جلسہ میں گیا تھا آئندہ اگر وہ اپنے جلسے میں بلائیں گے تو پیدل چل کر جانے میں خوشی محسوس کروں گا

حسنین سید

اجتماع کے بعد جماعت کے کچھ لوگ گاندھی جی سے ملنے گئے اور ان سے کہا کہ مختصر 45 منٹ کی تقریر میں ساری باتیں نہیں رکھی جاسکتی ہیں لہذا اگر وہ جماعت اسلامی کی باتوں کو جاننا اور سمجھنا چاہتے ہیں تو جماعت کے لٹریچر کا بھی مطالعہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک بات ہے میں ابھی دلی جارہا ہوں واپس آنے پر میں جماعت کا لٹریچر بھی پڑھوں گا۔ جب گاندھی جی دلی پہنچے تو حسب معمول پرارتھنا میٹنگ میں "ظالم گوڈسے" نے ان کو گولی مار کر ہلاک کردیا۔

> جماعت اسلامی کے لوگ فقیر ہیں مگر ایسے فقیر نہیں جو گندے کپڑوں میں رہتے ہیں۔ اور بھیک مانگتے ہیں۔ بلکہ دل کے فقیر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب تم لوگ اللہ پر ایمان کا دعوی کرتے ہو تو اللہ کے حکموں پر بھی عمل کرنا چاہئے۔ ہم بھی اپنے ہندو بھائیوں سے کہیں گے کہ جب وہ رام کو ماننے کا دعوی کرتے ہیں تو ان کو رام کے طریقے پر چلنا چاہئے۔

قارئین اور ایجنٹ حضرات سے

الحمد للہ ملی ٹائمز نے ایک سال سے زائد کی مدت بخیر و خوبی پوری کرلی ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ اسے ایک منفرد اور مثالی اخبار بنائیں۔ ملی ٹائمز نے اپنی ایک شناخت اور پہچان بنائی ہے۔ کوئی دوسرا اخبار اس وقت اس کے پائے کا نہیں ہے۔ ہم نے اسے امت کی امنگوں اور آرزوؤں کا سچا ترجمان بنانے کی کوشش کی ہے۔ لغزشوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کی ہے۔ ماضی کی غلطیوں سے حال کو خوش آئند بنانے کی تلقین کی ہے۔ امت کے خلاف ہونے والی سازشوں سے خبردار کیا ہے۔ ہم نے سچی اور بیباک صحافت کی روش کو اپنایا ہے اور مصلحتوں سے دامن نہیں چرایا۔ اس دوران آپ کا ہمیں جس طرح تعاون ملا ہے اور جس طرح آپ نے ہماری پذیرائی کی ہے اس سے ہمیں بڑا حوصلہ ملا ہے۔

لیکن گذشتہ ایک سال سے کس طرح ہم یہ اخبار نکال رہے ہیں، مسائل سے کس طرح نبرد آزما ہیں بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ اخبار تجارت کی غرض سے نہیں نکالا جارہا ہے بلکہ ایک مشن اور تحریک ہے۔ لاگت سے بھی کم پر ہم اخبار آپ کو پیش کر رہے ہیں۔ لیکن مسلسل خسارہ زیادہ دنوں تک ادارہ برداشت نہیں کرسکتا۔ آپ کے بھرپور تعاون کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہم نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی قیمت میں ایک روپے کا معمولی اضافہ کرنے پر مجبور ہیں۔ لہذا نومبر 1995ء سے ملی ٹائمز کی قیمت پانچ روپے ہوگی۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ ملی ٹائمز جاری رہے آپ کے احساسات و آرزوؤں کی ترجمانی کرے، کھری اور سچی صحافت کی راہ پر گامزن رہے تو اس کے ساتھ تعاون کیجئے اور اس کی توسیع و اشاعت میں بھرپور حصہ لیجئے۔ اسے گھر گھر پہنچایئے۔ نئے خریدار فراہم کیجئے۔ نئی ایجنسیاں قائم کروایئے۔

(ادارہ ملی ٹائمز انٹرنیشنل)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بقیہ : اس نے قیدیوں کو لیٹ جانے کا حکم دیا

چنانچہ گذشتہ دنوں دونوں ملکوں کے افسروں کے درمیان اس مسئلے پر مذاکرات بھی ہوئے۔ مصری وزیر خارجہ عمرو موسی، جو خود علیانی ہیں، نے اسرائیل سے معاملے کی تحقیق کرکے مجرموں کو سزا دینے کا مطالبہ کیا۔ لیکن اسرائیل نے یہ لنگڑی دلیل دی کہ بین الاقوامی قوانین میں بھی اس امر کی گنجائش ہے کہ جرم کو زیادہ دن گزر گیا ہو تو پھر اس کے مجرموں کو سزا نہیں دی جاتی۔ لیکن اگر ایسا کوئی قانون ہے تو یہودی اسے ان نازیوں کے معاملے میں کیوں نہیں نافذ کرتے جنہوں نے یہودیوں کا دوسری جنگ عظیم کے دوران قتل عام کیا تھا۔

اس کے علاوہ بھی بعض اسرائیلی اخبارات نے الٹا مصر پر الزام لگایا ہے کہ اس کے فوجیوں نے بھی اسرائیلی جنگی قیدیوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مصری حکومت کے مطالبے کے باوجود اسرائیلی فوج یا حکومت واقعات کی چھان بین کرکے مجرموں کو قرار واقعی سزا دینے کے موڈ میں نہیں ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اگر چھان بین ہوتی ہے تو موجودہ حکمراں و اپوزیشن دونوں پارٹیوں کے بعض بڑے رہنماؤں کا دامن داغدار نظر آنے لگے گا اور وہ مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے۔ ظاہر ہے اسرائیلی سیاستداں کوئی ایسا کام کرنے سے رہے جس سے انہیں کسی تکلیف دہ انجام کا سامنا کرنا پڑے۔

ڈاکٹر احمد سجاد ڈین مقرر

علمی و ادبی اور تحریکی حلقوں کیلئے یہ خبر باعث مسرت ہوگی کہ اردو کے معروف استاد، ادیب و نقاد پروفیسر احمد سجاد کو انکی سینیارٹی اور صلاحیتوں کی بنیاد پر رانچی یونیورسٹی نے ڈین فیکلٹی آف ہیومینیٹیز مقرر کیا ہے۔

مسجدوں اور درگاہوں پر پتھراؤ۔ مسلم گھروں میں اور دوکانوں پر حملے اور پولیس ایکشن

کیا حیدر آباد کا فساد راما راؤ کے اشارے پر ہوا

حیدر آباد میں اس وقت حالات معمول کے مطابق ہوگئے ہیں لیکن کشیدگی اور خوف و ہراس کا ماحول اب بھی ہے ۔ لوگ ایک دوسرے کو شک کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں اور اب بھی یہ خطرہ لاحق ہے کہ معمولی سی بات طوفان کھڑا کرسکتی ہے اور افواہیں آتش فشاں کا روپ اختیار کرسکتی ہیں ۔ حیدر آباد کے فساد میں بھی وہی ہوا جو عموماً اس قسم کے فسادات میں ہوتا ہے ۔ یعنی شرپسندوں کی جانب سے ہنگامہ آرائی کی ابتدا، پولیس کا خاموش تماشائی بنے رہنا، فساد پھیل جانے پر مسلمانوں کے گھروں میں تلاشی کا کام شد و مد سے کرنا، مسلم نمائندوں کو گرفتار کرنا اور مساجد و مقابر اور درگاہوں کو تشدد کا نشانہ بنانا۔

گیارہ سال بعد حیدر آباد میں اس نوعیت کے فسادات برپا ہوئے ہیں ۔ 1984ء میں جب سیاسی عدم استحکام نے پوری ریاست کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا تو اس وقت بھی گنیش چترتھی کے جلوس کے موقع پر ہندو مسلم فساد برپا ہوگیا تھا۔ اس وقت این بھاسکر راؤ نے این ٹی راما راؤ حکومت کا تختہ پلٹا تھا اور سیاسی عدم استحکام کی فضا چھا گئی تھی۔ اس وقت بھی بہانہ گنیش جلوس کو بنایا گیا تھا۔ مکہ مسجد پر شرپسندوں نے حملہ کردیا تھا جس میں سینکڑوں سال قدیم فانوس کو نقصان پہنچا تھا۔

اس وقت بھی پہلے سے یہ اندیشہ تھا کہ حالات خراب ہوسکتے ہیں ۔ کیونکہ اس بار بھی سیاسی عدم استحکام نے ریاست کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ اس وقت بھی موقع گنیش چترتھی جلوس کا تھا۔ اس بار راما راؤ کا تختہ ان کے داماد این چندرا بابو نائیڈو نے پلٹا اور فساد ہوگیا۔ اس بار بھی مکہ مسجد پر حملہ ہوا اور اسے نقصان پہنچایا گیا۔ صرف مکہ مسجد نہیں بلکہ تقریباً دو درجن مساجد پر حملے کئے گئے۔ چار افراد ہلاک اور درجنوں زخمی ہوگئے ۔ فساد کی شروعات بالکل روایتی انداز میں ہوئی ۔ گنیش و سرجن کا جلوس چلا، مسلم علاقوں میں پہنچا اور اس کی رفتار اتنی سست کردی گئی کہ کشیدگی کا پیدا ہونا ناگزیر ہوجائے۔ نماز کے لئے جاتے ہوئے صلاح الدین اویسی کے لڑکے اسد الدین اویسی ایم ایل اے کے کپڑوں پر رنگ ڈالے گئے ۔ دوسرے نمازیوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا۔ اتنا ہی نہیں مسجدوں پر حملے کئے جانے لگے ۔ پتھراؤ ہوا اور پھر فساد پھیل گیا۔ آل انڈیا مسلم مجلس کے اسد الدین اویسی اور مجلس بچاؤ تحریک کے امان اللہ نے احتجاجی قدم اٹھایا تو انہیں گرفتار کرلیا گیا۔

رات میں مسلمانوں کے گھروں کو خاص طور پر نشانہ بنایا گیا۔ دروازوں کو توڑا گیا اور تلاشی کے نام پر انہیں نہ صرف زدوکوب کیا گیا بلکہ گرفتار بھی کرلیا گیا ۔ مسلمانوں کا کہنا ہے کہ پولیس نے انہیں ڈرایا دھمکایا اور ان پر ظلم و زیادتی کی۔ پولیس نے ہمیشہ کی مانند اس بار بھی اپنا کردار نبھایا۔ شرپسندوں کو کھلی چھوٹ دے دی اور فساد پھیل جانے کے بعد مسلمانوں کی گرفتاری کا عمل شروع ہوگیا۔ وزیر اعلیٰ نائیڈو نے جب متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا تو کئی مسلم خاندانوں نے ان سے پولیس کے رویے کی شکایت کی۔ لیکن نائیڈو مظلوم مسلمانوں کو انصاف دلا پائیں گے اس کی توقع بہت کم ہے۔

قابل ذکر ہے کہ ایک رات میں دو ایمبیسڈر کاروں میں کچھ لوگ مسلم علاقوں سے گزر رہے تھے اور بچاؤ بچاؤ کا نعرہ بھی لگا رہے تھے ۔ پولیس نے انہیں روکا تو پتا چلا کہ وہ تیلگو دیسم راما راؤ گروپ کے آدمی تھے۔ اگر یہ خبر صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ فساد پھیلانے میں راما راؤ گروپ کا بھی ہاتھ ہے ۔ یہ شبہ اس لئے بھی تقویت اختیار کرتا ہے کہ 1984ء میں جب راما راؤ کا تختہ پلٹا گیا تھا تب بھی فساد ہوا تھا اور اس بار بھی ہوا ۔ راما راؤ نے اپنی حکومت سے دستبرداری سے عین قبل کہا بھی تھا کہ حالات خراب ہوسکتے ہیں اور فساد پھوٹ سکتا ہے ۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ فساد سیاسی تھا یا اپنے آپ شروع ہوگیا تھا۔ دراصل فسادات اپنے آپ شروع نہیں ہوتے ، بلکہ کروائے جاتے ہیں اور ان کے پیچھے خاص مقاصد ہوتے ہیں۔ اس لئے کچھ لوگوں کو شبہ ہے کہ راما راؤ نے اپنی شکست سے جل بھن کر ممکن ہے کہ فساد کروادیا ہو۔

بہرحال اگر یہ سچ ہے تو حکومت کو ایسے لوگوں کے خلاف سخت کارروائی کرنی چاہئے اور اس بات کی یقین دہانی کرانی چاہئے کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ نیز مسلمانوں کے ساتھ انصاف سے کام لے کر شرپسندوں کو خاطر خواہ سزا دینی چاہئے۔

چار مینار کے علاقے میں پولیس گشت

بے قابو ہجوم کو منتشر کرنے کے لئے پولیس فائرنگ

اب کہاں جائیں گے ٹی۔ این۔ سیشن؟

اور وہی ہوا جس کا سیشن کو ڈر تھا یعنی وہ اپنی آخری جنگ بھی ہار گئے ۔ اب ان کے لئے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہ گیا ہے کہ یا تو وہ کوئی سیاسی پارٹی جوائن کرلیں یا پھر خود دونوں الیکشن کمشنروں کے مساوی ہونے پر راضی ہوجائیں۔

واضح رہے کہ ابھی حال ہی میں سپریم کورٹ نے چیف الیکشن کمشنر ٹی این سیشن کی اس درخواست کو مسترد کردیا ہے جو انہوں نے اپنے درجہ کو دوسرے دو الیکشن کمشنروں ایم ایس گل اور جی وی جی کرشنا مورتی کے درجوں کے برابر رکھنے کے سپریم کورٹ کے فیصلہ پر نظرثانی کرنے کے لئے دیا تھا۔ چنانچہ اب لوگوں میں اس مسئلہ پر کافی گرما گرم بحث کے ساتھ ایک تجسس کا سلسلہ بھی ہے کہ اس فیصلہ کے بعد سیشن کیا ان دونوں الیکشن کمشنروں سے اپنے تعلقات بہتر بنا سکیں گے اور کیا ان کے درمیان ٹکراؤ کی نوبت پیش نہیں آئے گی۔ ابھی تک کمیشن کی میٹنگ میں ٹکراؤ کی کوئی صورت دیکھنے کو نہیں ملی ہے ۔ ممکن ہے سیشن بدرجہ مجبوری خاموش ہوگئے ہوں ۔ گذشتہ دنوں منعقد ہونے والی کمیشن کی پہلی مکمل میٹنگ میں جس طرح بقول کمیشن خوشگوار ماحول رہا اور جس طرح اتفاق رائے سے فیصلے لئے گئے وہ خوش آئند تو ہیں لیکن سیشن کے لئے نہیں۔ میٹنگ میں انتخابی تیاریوں کا جائزہ لیا گیا اور شناختی کارڈ و سیاسی پارٹیوں ، نمائندوں اور رائے دہندگان کے لئے ضابطہ اخلاق پر بھی تبادلہ خیال ہوا ۔ یہ بھی طے ہوا کہ سیاسی پارٹیوں کے نمائندوں کے ساتھ جلد ہی میٹنگ کی جائے گی اس کے لئے پورے ملک کو چار زون میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ شناختی کارڈ کے مسئلے پر کہا گیا کہ اب مزید وقت نہیں دیا جائے گا۔ ساتھ ہی یہ بھی طے ہوا کہ اب ہر بدھوار کو کمیشن کی میٹنگ ہوگی۔

کمیشن کی اس مکمل میٹنگ میں نہ صرف سیشن نے اپنی فطرت کے برعکس نرم روی کا مظاہرہ کیا بلکہ بقیہ دونوں کمشنروں نے بھی خوشگوار انداز اختیار کیا۔ سیشن کے انداز کو شکست خوردگی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے لیکن باقی دونوں کمشنروں نے جو رویہ اختیار کیا وہ بلاشبہ کسی بھی کشیدگی سے بچنے کے لئے اپنایا گیا طریقہ کار تھا۔

مسٹر سیشن کے خلاف سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد اب تک دونوں الیکشن کمشنروں نے اس پر کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا ہے کہ آیا وہ اس فیصلہ کو اپنی فتح تصور کرتے ہیں یا کچھ اور ۔ یہ ایک خوش آئند علامت ہے ۔ پھر بھی اس سے اس کی تعیین نہیں ہوتی ہے کہ الیکشن کمیشن کا کام کسی پیچیدگی اور الجھاؤ کے بغیر جاری رہے گا ہاں اس سے یہ نتیجہ تو ضرور اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اب "چیف" کا مرتبہ صرف کاغذی رہ گیا ہے ۔ سپریم کورٹ نے بالآخر سیشن کی ناک میں نکیل ڈال دی اور انہیں زیادہ اچھلنے کودنے سے اعراض کرنے پر مجبور کردیا۔

اب مسٹر سیشن جیسے "مرد آہن" کے سامنے سیاست میں داخل ہونے کے علاوہ اور کوئی دوسرا راستہ نہیں رہ گیا ہے۔ البتہ ایسا نہیں لگتا کہ وہ جلدی یہ قدم اٹھائیں گے ۔ کیونکہ ابھی حال ہی میں انہوں نے اس فیصلے کی روشنی میں مستعفی نہ ہونے کا بیان جاری کیا ہے لیکن ایک بات تو تقریباً تمام سیاسی پارٹیاں جانتی ہیں کہ سیشن ایک فعال اور متحرک شخص ہیں ۔ اس کا ثبوت وہ الیکشن سدھار کے سلسلے میں دے چکے ہیں ۔ اور اب وہ جس پارٹی میں داخل ہوں گے اس پارٹی کو نہ صرف یہ کہ تقویت حاصل ہوگی بلکہ ووٹروں کی تعداد میں بھی اچھا خاصا اضافہ ہوگا۔ مسٹر سیشن کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ بی جے پی سے زیادہ قریب ہوتے ہوئے بھی دوسری سیاسی پارٹیوں سے بہتر تعلقات بحال رکھے ہوئے ہیں ۔ ایل کے ایڈوانی کے دل میں سیشن کے لئے یا سیشن کے دل میں بی جے پی کے لئے جو "پیار" چھپا ہوا ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے ، ادھر چودھری دیوی لال نے بھی انہیں بہت پہلے سے ملک کے وزیر اعظم کے روپ میں دیکھنا شروع کردیا ہے ۔ لالو یادو نے بھی سیشن کو جنتا دل جوائن کرنے کی پیشکش کی ہے ۔ اطلاعات کے مطابق کانگریس کی طرف سے بھی چپکے چپکے ان کے کان میں کچھ کہا جارہا ہے ۔ لیکن سیاسی مبصرین کا کہنا ہے کہ اب اس مردہ پارٹی میں جان ڈالنا مسٹر سیشن کے بس کا روگ نہیں ہے اس لئے وہ اس میں جانے سے رہے۔

اب اپنی آخری جنگ میں شکست کھانے کے بعد سیشن خود یہ طے کریں گے کہ ان کو کس پارٹی میں جانے سے زیادہ سے زیادہ پبلسٹی اور فوائد حاصل ہوں گے ۔ لیکن ایک بات تو طے ہے کہ سیشن جس پارٹی میں بھی جائیں گے اپنے خود مختارانہ رویے اور مطلق العنانی کی وجہ سے اس پارٹی میں داخلی کشمکش اور خلفشار کی صورت ضرور برپا کردیں گے جو نہ صرف ان کے لئے بلکہ پارٹی کے لئے بھی نقصان دہ ثابت ہوگی۔

جہان آباد کے مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت

"ملی ٹائمز انٹر نیشنل" کے ذریعہ ارباب حکومت ملی و سیاسی رہنماؤں کی توجہ مدار پور (کرتھا تھانہ) جہان آباد کی ناگفتہ بہ حالات کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ مدار پور کے مسلمان خوف و دہشت کی زندگی گذار رہے ہیں۔ آج مدار پور کے مسلمانوں نے گاؤں خالی کردیا ہے۔ تین ضعیف خاندان کے لوگ خوف ودہشت کی فضا میں جی رہے ہیں۔

ایک منظم سازش اور سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمانوں کو اجاڑنے اور ان کے کھیتوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ لالو پرشاد جی کے وزیراعلیٰ بننے کے بعد حالات ایسے کردیئے گئے کہ دس ہزار ایکڑ زمین پر مسلمان کاشتکاری نہیں کرسکتے۔ حتیٰ کہ مولانا سید نظام الدین صاحب نائب امیر شریعت پھلواری شریف کے بھائی اور بھتیجے کو سفاکانہ طور پر قتل کردیا گیا۔ یہی نہیں بلکہ امام گنج، ڈومریا، شیرگاؤں وغیرہ کے علاقے کے مسلمانوں کے گھروں میں جاکر ان کے جان و مال کو نقصان پہنچانے کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔

احمد مصطفیٰ کریم
شانتی باغ، نیو کریم گنج، گیا (بہار)

لالو یادو اپنا وعدہ پورا کریں

مونس (مسلم یونین فار نیشنل اینگریشن اینڈ سیکولرزم) کے قومی جنرل سکریٹری محمد کمال الظفر و سکریٹریز عبدالمنان خاں ایڈوکیٹ پٹنہ ہائی کورٹ و محمد ریاض احمد نے اپنے مشترکہ بیان میں حکومت بہار سے پرزور مطالبہ کیا ہے کہ بھاگلپور فرقہ وارانہ فسادات کے ملزموں کو سخت سزا دی جائے۔ وزیراعلیٰ نے 5 جولائی 1995ء کو ودھان سبھا میں یہ اعلان کیا تھا کہ بھاگل پور فساد میں ملوث تمام مجرموں کے خلاف تین ماہ کے اندر سخت سے سخت کارروائی کی جائے گی۔ 20 اگست 1995 کو وزیراعلیٰ نے پھر اپنے عزم کا اعادہ کیا اور کہا کہ 36 افسران جو فساد میں ملوث تھے ان کے خلاف اور ساتھ ساتھ اس وقت کے وزیراعلیٰ ستندر نارائن سنگھ، بھارتیہ جنتا پارٹی کے صدر ایل کے ایڈوانی اور تمام ایسی سیاسی پارٹیاں اور آرگنائزیشن جو اس فساد میں ملوث ہیں ان کے خلاف سخت کارروائی کا آغاز کردیا گیا ہے۔ اعلان ہوئے تقریباً دو ماہ گزر گئے لیکن اس سمت میں اب تک ایسی کوئی کارروائی نہیں نظر آرہی ہے۔ بدنام زمانہ موجودہ ڈی۔ جی پی، جی پی دھورے جو حکومت بہار کے نہایت حساس مقام پر فائز ہیں ان کے خلاف اب تک کوئی کارروائی نہیں ہوئی ہے اسے فوری طور پر عہدے سے برطرف کرکے سلاخوں کے پیچھے ڈال دینا چاہئے۔ اس طرح کے دیگر مجرموں کو تعزیرات ہند کی سخت سے سخت سزا دی جائے۔

مونس تنظیم مطالبہ کرتی ہے کہ وزیراعلیٰ فوری طور پر قدم اٹھاتے ہوئے جی پی دھورے کو موجودہ عہدے سے برطرف کرکے گرفتار کرائیں تاکہ اقلیتی فرقہ یہ محسوس کرے کہ وزیراعلیٰ بھاگل پور فساد کے مجرموں کو سزا دلانے میں نہ صرف مخلص ہیں بلکہ نہایت غیر جانبدار بھی ہیں۔

ریاض احمد۔ مونس۔ پٹنہ

بھارت ویگن اینڈ انجینئرنگ کمپنی لمیٹیڈ (مظفر پور) کو بند کرنے کی سازش

ایک طرف جہاں وزیراعلیٰ لالو پرشاد یادو بہار میں صنعتوں کو بڑھاوا دینے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں وہیں دوسری طرف انہیں کے اسٹیٹ میں منافع کمانے والی اکائیوں کو کم خوراک دے کر گھٹ گھٹ کر دم توڑنے کے لئے مجبور کیا جارہا ہے۔ رانچی میں واقع ایچ۔ ای۔ سی کمپنی کی نیلامی کے بعد اب مرکزی حکومت کی نظر بھارت ویگن اینڈ انجینئرنگ کمپنی لمیٹیڈ (مظفر پور) پر ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایچ۔ ای۔ سی لگاتار نقصان میں چل رہی تھی اور بھارت ویگن ایک دو سال پہلے تک منافع میں تھی۔

بھارت ویگن اینڈ انجینئرنگ کمپنی لمیٹیڈ سنٹرل گورنمنٹ کا ایک پلانٹ ہے۔ جو ریلوے کے ذریعے مال ڈھونے وغیرہ کے لئے مال ڈبے تیار کرتی ہے۔ پورے ملک میں اس کمپنی کی گیارہ اکائیاں چل رہی ہیں جو خاص کر مشرقی علاقے میں واقع ہیں۔

معتبر ذرائع سے ملی خبروں کے مطابق مظفر پور و مکاما میں واقع اکائیاں ہر سال چار چکے والی 2500 گاڑیوں کے بنانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ ان میں سے مظفر پور اکائی ایک ہزار ڈبے ہر سال بنانے کی اہلیت رکھتی ہے۔ آرڈر ملنے پر ایک سال میں 1350 ڈبے تک بنائے گئے ہیں۔

کمپنی ذرائع کے مطابق وزیر ریلوے کا کہنا ہے کہ ریلوے کو ان کے ڈبوں کی ضرورت نہیں ہے اس لئے آرڈر کم کئے جارہے ہیں جبکہ بات کچھ اور ہی ہے خود وزیر ریلوے کے مطابق ریلوے کو ہر سال 24000 مال ڈبوں کی ضرورت ہے اور اس کی مناسب سہولیات نہ ہونے کی وجہ سے ریلوے کو مال بھاڑے میں نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔

مظہر امام تابش
برہم پورہ۔ مظفر پور (بہار)

"ہر مرض کی دوا صل علی محمد"

اسلامی اور اخلاقی قدروں کی پامالی سماج میں ہم سب کے لئے باعث تشویش ہے۔ روز نت نئی بیماریاں اور مصیبتیں نازل ہورہی ہیں۔ چند فیصد اللہ کے نیک بندے ہی ایسے ملیں گے جو کسی پریشانی، تکلیف، مصیبت یا بیماری سے بری ہوں۔ ان اللہ کے نیک بندوں میں سے اکثر کا ماننا ہے کہ صل علی محمد پر یقین رکھ کر کھانے پینے رہنے سہنے اور جینے کے طور طریقوں کو ٹھیک اسلام اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی گزارنے سے نوے فیصد بیماریوں سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

اللہ، رسول اللہ اور قرآن حکیم پر ہمارا مکمل اور مسلم ایمان ہے۔ قرآن حکیم مکمل ضابطہ حیات ہے اس لئے ہر معاملہ اور مسئلہ کو قرآن و سنت کے مطابق ہی نمٹایا جانا چاہئے۔ یہاں تک کہ ہر پریشانی، تکلیف، مصیبت اور بیماری سے بھی قرآنی آیات اور وظائف کے ذریعہ نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کے لئے بہت سارے مجرب وظائف اور آیات قرآن حکیم میں موجود ہیں جن سے ہر علاج ممکن ہے۔

القاضی محمد ساجد الحق صدیقی
صدر تنظیم اسلامک کانفرنس آف انڈیا،
میرٹھ (یوپی)

بڑی درگاہ بہار شریف سے مجرموں کا صفایا

گذشتہ سال مجرموں نے بہار شریف کے بڑی درگاہ محلہ کو پناہ گاہ بنا لیا تھا۔ ان مجرموں کی دہشت گردی کا شکار جب محلہ کا ہر گھر ہونے لگا تو بلا روک ٹوک مذہب وملت تمام لوگوں نے مل کر اور پولیس کی مدد حاصل کرکے مجرموں سے لوہا لینے کی ٹھانی اور اسلحہ لے کر ان کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوگئے جس کا اثر اتنا زبردست ہوا آج بڑی درگاہ سے ہی نہیں بلکہ آس پاس کے محلوں سے بھی مجرم ٹولہ فرار ہوچکا ہے، محلہ کے سارے نوجوان حلقہ بناکر رات بھر پہرہ دے رہے ہیں۔ پہرہ پر تعینات نوجوانوں کا کہنا ہے کہ مجرموں نے اس محلہ کو پناہ گاہ کے طور پر بدنام کردیا تھا۔ اب یہ ان سب کے لئے قبرستان بن جائے گا۔

تسنیم بلخی، نالندہ بہار

جامعہ اردو علیگڑھ میں کرپشن

جامعہ اردو اردو کا ایک بہت بڑا ادارہ ہے جس کا مستقبل خطرہ میں ہے۔ یہ ادارہ تقریباً چالیس پچاس سال سے اردو کی خدمت انجام دے رہا ہے جس سے قوم کے غریب بچے فیضیاب ہورہے ہیں۔ یہاں پر نہ جانے کتنے رجسٹرار اور شیخ الجامعہ، نائب شیخ الجامعہ اور دیگر عملے کے لوگ تیزی سے بدلتے رہے ہیں۔ تقریباً دو سال سے اس ادارے کا معیار گرتا جارہا ہے۔ فیس اتنی زیادہ بڑھا دی گئی ہے کہ غریب طالب علم امتحان مشکل سے دے پاتا ہے۔ مسلم یونیورسٹی کے ہائی اسکول پرائیویٹ میں صرف 30 روپیہ فیس ہے اگر تاخیر سے فارم جمع کرنا پڑتا ہے تو دس روپیہ زائد فیس جمع کرنی پڑتی ہے۔ لیکن جامعہ اردو میں ادیب امتحان کی ہی فیس تقریباً دو سو روپے ہے اور تاخیر فیس پچیس روپے لگتی ہے جبکہ عطیہ دہندگان اور یوپی سرکار بھی اس ادارہ کو رقم فراہم کرتی ہے۔ دوسرے امتحان اردو معلم کی فیس تقریباً ساڑھے چار سو روپیہ ہے۔ یہ بھی سنا گیا ہے کہ جامعہ اردو کے سینٹروں پر اس سے کہیں زیادہ فیس موصول کی جاتی ہے اور جو نئے سینٹر رجسٹرار نے قائم کئے ہیں مہتمم سینٹر صاحبان سے گرانقدر عطیہ اس کے عوض حاصل کیا ہے لہٰذا سینٹر والے اس رقم سے چار گنا زیادہ طالب علموں سے وصول کرلیتے ہیں۔ اس کے علاوہ رجسٹرار مزید دھاندلیوں میں ملوث ہیں انہیں ان کے عہدے سے برطرف کردیا جانا چاہئے کیا اب بھی یونیورسٹی میں چمچہ گیری کی سیاست چلتی رہے گی۔

محمد حنیف۔ بھمولا۔ علیگڑھ

بدعات کے خلاف بھی قدم اٹھائیں

آپ سے گذارش ہے کہ آپ اپنے اخبار میں ایک مستقل کالم "اصلاح معاشرۃ" کا دیا کریں۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ فی زمانہ مسلم معاشرہ میں بے حساب بدعات و گمراہیاں داخل ہوچکی ہیں جن کو کم کرنا آپ لوگوں کا فرض ہے۔ ان بدعات کی نشاندہی ضروری ہے۔ یوں میری سمجھ سے دینی تعلیم اولین ضرورت ہے۔ ہر مسلم بچہ کو عربی زبان و ادب کی تعلیم دینا فرض قرار دیا جائے۔ مخلوط تعلیم کے اداروں میں سنسکرت کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔ عربی و سنسکرت کو مناسبت کی بنا پر کسی ادارہ میں لازمی تو دوسرے ادارہ میں اختیاری مضمون کے تحت پڑھانا پڑے گا۔

محمد علاء الدین چترپور، گیا (بہار)

بوسنیائی مسلمانوں کی حالت زار پڑھ کر کلیجہ پھٹ گیا

ملی ٹائمز انٹر نیشنل میں بوسنیا کے دینی بھائیوں کا احوال پڑھا۔ کلیجہ پھٹ گیا۔ مزید آگے پڑھنے کی ہمت ٹوٹ گئی۔ دل و ذہن پر ایسا صدمہ ہوا کہ گویا بوسنیائی مسلمانوں کی حالت چشم دید دیکھ رہا ہوں۔ خدا سے دعا ہے کہ ایسے بدترین خونی مناظر سے امت مسلمہ کو بچائے۔ بوسنیا کا المیہ بیسویں صدی کا بدترین المیہ ہے۔ لیکن ہندوستانی مسلمان بے حس بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہاں کے مسلمان ہندوستانی تہذیب و ثقافت میں اس قدر رنگ چکے ہیں کہ پچاسی فیصد مسلمان خود اپنی تاریخ بھول گئے ہیں۔ علمائے دین امت کو جوڑنے کے بجائے توڑ رہے ہیں۔ طبقاتی، مسلکی، گروہی و لسانی اختلافات کا گھن اندر ہی اندر انہیں کھوکھلا کر رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنا محاسبہ کریں اور اپنی غلطیوں کا تدارک کرکے بوسنیائی مسلمانوں کی مدد کو پہنچیں۔

افضل حسین۔ اربا (بہار)

حکومت اردو کا مذاق اڑانا بند کرے

اردو تاریخی زبان ہے۔ مگر آج بدقسمتی سے گمنامی کی تاریکی میں غرق ہوکر رہ گئی ہے۔ اور حکومت اس کا مذاق اڑا رہی ہے۔ دور درشن پر اردو خبروں میں جناب کے بجائے شری اور صدر جمہوریہ و وزیراعظم کو راشٹرپتی اور پردھان منتری کہا جاتا ہے۔ ایک بار تو جائے واردات کو "گھٹنا استھل" کہہ کر اردو کا مذاق اڑایا گیا۔ کیا مرکزی وزیر برائے اطلاعات و نشریات نے اس طرف دھیان دیا؟ اردو کو اگر زندہ رکھنا ہے تو سب سے پہلے اردو تعلیم کو فروغ دینا ہوگا۔ وزیر برائے فروغ انسانی وسائل مادھو راؤ سندھیا نے نیشنل کونسل فار پروموشن آف اردو کی بنیاد رکھ کر واقعی اردو کے مفاد میں بہت بڑا کام کیا ہے۔ مگر محض کونسل بنا دینے سے اردو کو فروغ نہیں ملے گا۔ اگر سرکار اردو کو ترقی دینا چاہتی ہے تو ہندی انگریزی کے ساتھ اردو کو بھی سرکاری کاغذات میں شمولیت دینا ہوگی۔

سید نظام الدین خطیب
صدر اردو بچاؤ تنظیم۔ مہاراشٹر

میں جھارکھنڈ کے مسلمانوں کے مسائل کو حل کرانے کی پوری کوشش کروں گا

50 سالہ تحریک کے نتیجہ میں آخر کار 9 اگست 1995 کو اٹھارہ ضلعوں پر مشتمل جھارکھنڈ خود مختار کونسل کی تشکیل عمل میں آگئی۔ اس علاقہ کے لوگوں نے اپنی جہد مسلسل اور بے پناہ قربانیوں کے پیش نظر جو خواب دیکھا تھا وہ شرمندہ تعبیر ہوا۔ اس کونسل کے ذریعہ بلاشبہ علاقہ میں ترقیاتی منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا جاسکے گا۔

اللہ کا بے پایاں احسان ہے کہ میں بھی جھارکھنڈ خود مختار کونسل میں ممبر کی حیثیت سے منتخب ہوا ہوں۔ اس طرح اللہ نے خدمت خلق کرنے کا مزید موقع عنایت فرمایا۔ الحمد للہ ہیں ایسے ادارہ سے متعلق ہوں جو عالمی شہرت رکھتا ہے اور تقریباً تہتر سالوں سے ملک و ملت کی گرانقدر خدمات مسلسل انجام دے رہا ہے۔

جھارکھنڈ خود مختار کونسل میں میری نامزدگی سے مجھے مزید حوصلہ ملا ہے۔ فی الحال امارت شرعیہ رانچی میں ذمہ دار کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں۔ میں جھارکھنڈ علاقہ سے تعلق رکھتا ہوں، یہاں کے مسائل پر میری پوری نگاہ ہے۔ جھارکھنڈ خود مختار کونسل کو جو اختیارات حاصل ہیں اس کے پیش نظر اس علاقہ کے باشندوں خصوصاً مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دلوانے کے لئے انشاء اللہ سر دھڑ کی بازی لگا دوں گا۔

مولانا اصغر مصباحی
امارت شرعیہ رانچی (بہار)

ائمہ مساجد کی تنخواہیں ایک سازشی قدم

میں پرسنل لا بورڈ اور تمام مسلمانوں کو آگاہ کرتا ہوں کہ ائمہ مساجد کی نام نہاد تحریک کو اگر فوری نہ کچلا گیا تو یہ مستقبل کے لئے خطرناک ہوگی، اس نام نہاد تحریک کے ذریعہ اماموں کو سرکاری تنخواہ دینا ایک سازشی قدم ہے اور ہماری مساجد کو قومیانے کا ایک پلان ہے۔ بابری مسجد کی شہادت کے بعد مسلمانان ہند کی کانگریس سے بڑھتی ہوئی ناراضگی اور حکومت کا ائمہ مساجد کے لئے 300 کروڑ روپیہ بجٹ کا اعلان محض چند مٹھی بھر مفاد پرست مسلم ائمہ کے ذریعہ آنے والے الیکشن میں مسلمانوں کو ہموار کرنے کا پرفریب منصوبہ ہے جس کی ہر پہلو سے مذمت کی جانی ضروری ہے۔ حکومت ہند کا ائمہ مساجد کی تنخواہوں کا اعلان، مساجد پر بالواسطہ قبضہ کرنے کے مترادف ہے جو امت مسلمہ کے لئے ناقابل قبول ہے۔ اگر حکومت کو ائمہ کی حالت زار پر دکھ ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ اوقاف کو علماء ہند کے حوالے کردے اور اس کی آزاد اور خود مختار حیثیت بنا دے۔ یہ تحریک جن لوگوں کے ذریعہ اور جس انداز سے چلوائی جارہی ہے اس میں سب ہی چاپلوس اور خود غرض لوگ شامل ہیں جو صرف دلی میں بیٹھے ہیں۔ یہ مفاد پرست چند کوڑیوں میں اپنے ضمیر کا سودا کرنے پر تلے ہیں۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کو چاہئے کہ وہ اپنی بلند صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر ان مٹھی بھر مفاد پرستوں کی اس ناپاک تحریک کو کچلنے کے لئے ٹھوس اقدام کرے ورنہ مستقبل میں اس کے اثرات خطرناک ہوں گے۔

(مولانا) محمد انعام صدیقی کاندھلوی
کاندھلہ (یوپی)

شیخ منور علی کے جسم کو قیمے کی طرح کوٹ کر پھانسی پر لٹکا دیا گیا

یہ کلکتہ کالال بازار پولیس ہیڈکوارٹر ہے یا جلادوں کا اڈہ

رپورٹ: سید علی

کلکتہ پولیس کے ہاتھوں ایک زیر حراست ملزم شیخ منور علی(40)کی ہلاکت کی خبر سے کلکتہ اور اس کے نواح میں زبردست ہلچل مچی ہوئی ہے اور پولیس کے خلاف شدید نفرت کا لاوا ابل پڑا ہے ۔ منور علی کو پولیس نے 12اگست کو اس کی جیولری کی دکان سے گرفتار کیا تھا اور اس پر مسروقہ زیورات کی خریداری کا الزام عائد کیا تھا ۔ اقبال جرم کے لئے پولیس نے اس بربریت کا مظاہرہ کیا کہ منور علی کی موت ہی واقع ہوگئی ۔ کلکتہ پولیس لاک اپ میں پولیس کے ہاتھوں ضرب کی تاب نہ لاکر ہلاک ہونے والوں میں آٹھ مہینے کے اندر یہ چوتھا سانحہ ہے ۔ اس سے پہلے اپریل میں اسی طرح کلکتہ ہی کے ایک نوجوان محمد عالم (25)کو پولیس نے حراست میں پیٹ پیٹ کر ہلاک کردیا تھا۔

شیخ منور علی کلکتہ کے نواح راجرہاٹ کا رہنے والا تھا ۔ اس کی کلکتہ میں جیولری کی دکان ہے ۔ پولیس اس شبہ میں اس کو پکڑ لے گئی تھی کہ اس نے چوری کا مال خریدا ہے ۔ ایک بار جب پولیس کے ہتھے کوئی بدنصیب چڑھ گیا اور لال بازار تھانہ پہنچ گیا تو سمجھ لیجئے کہ اس کی زندگی برباد ہوگئی اگر وہ موت کے چنگل سے بچ بھی گیا تو ہاتھ پاؤں سے معذور تو ضرور ہی ہوکر نکلے گا ۔ وہ شخص بڑا خوش قسمت ہوتا ہے جو رشوت دے کر یا اوپری سفارش کے ذریعہ بچ نکلتا ہے ۔ مغربی بنگال پردیش کانگریس کے صدر سوہن مترا کے بقول شیخ منور علی کے جسم کو قیمہ کی طرح کوٹ دیا گیا تھا اس کے ناخن اکھاڑ دئے گئے تھے اور جوڑوں کی ہڈیاں توڑ ڈالی گئی تھیں ۔ آخر میں پولیس نے اپنی درندگی کو چھپانے کے لئے منور علی کو پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا تھا اور اعلان کردیا کہ اس نے خودکشی کرلی ہے ۔ منور علی کو ہلاک کرنے کے بعد اس کے ورثا کو خبر کئے بغیر پولیس نے لاش کا پوسٹ مارٹم بھی کرادیا ۔

> مغربی بنگال پردیش کانگریس کے صدر سوہن مترا کے بقول شیخ منور علی کے جسم کو قیمہ کی طرح کوٹ دیا گیا تھا اس کے ناخن اکھاڑ دئے گئے تھے اور جوڑوں کی ہڈیاں توڑ ڈالی گئی تھیں ۔ آخر میں پولیس نے اپنی درندگی کو چھپانے کے لئے منور علی کو پھانسی پر لٹکا دیا تھا اور اعلان کردیا کہ اس نے خودکشی کرلی ہے ۔

شیخ منور علی پر ابھی شبہ ہی تھا کہ اس نے مسروقہ مال خریدا ہے اس کا جرم ثابت نہیں ہوا تھا ، اگر جرم ثابت بھی ہوجاتا تو اس کی سزا عدالت مقرر کرتی نہ کہ پولیس ۔ کلکتہ کا لال بازار پولیس ہیڈکوارٹر تو اس معاملہ میں خاصا بدنام ہوچکا ہے ۔ اس کے جرائم سکشن میں ایسے ظالم اور وحشی پولیس سپاہیوں اور افسروں کو مقرر ہی کیا جاتا ہے جو انسانی خون کے پیاسے ہوں ۔ منور علی کا واقعہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے ۔ 17 ۔ 18 سالہ مارکسی حکومت میں اس طرح کی دو سو پچاس ہلاکتیں ہوچکی ہیں ۔ ہر مرتبہ چیخ و پکار کے بعد دو تین نچلے درجے کے پولیس اہلکاروں کو معطل کردیا جاتا ہے یا ٹرانسفر ۔ گویا پولیس کے ہاتھوں مارے جانے والوں کی جان کی قیمت بس اتنی ہی ہے ۔ منور علی کی ہلاکت پر بھی حکومت مغربی بنگال نے دو چار کانسٹبلوں اور سب انسپکٹروں کو معطل کردیا ہے اور عوامی غم و غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے شعبہ جاتی تحقیقات کی رسم بھی ادا کردی ہے ۔ بالکل اسی طرح اپریل کے مہینہ میں ہلاک کئے جانے والے محمد عالم کے معاملہ میں بھی یہی ہوا تھا ۔

> شیخ منور علی کی المناک موت پر اس مرتبہ فضا بہت گرم ہے ۔ سیاسی پارٹیاں بھی حکومت کی چشم پوشی اور پولیس کی ناز برداری کے خلاف کمربستہ ہوگئی ہیں اور عوام کے اندر بھی زبردست رد عمل ہورہا ہے ۔

شیخ منور علی کی المناک موت پر اس مرتبہ فضا بہت گرم ہے ۔ سیاسی پارٹیاں بھی حکومت کی چشم پوشی اور پولیس کی ناز برداری کے خلاف کمربستہ ہوگئی ہیں اور عوام کے اندر بھی زبردست رد عمل ہورہا ہے ۔ جلسے جلوس اور گھیراؤ کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے ۔ الیکشن کا موسم بھی قریب ہے ۔ بایاں محاذ حکومت کے خلاف پہلے ہی سے عوام کے اندر بیزاری ہے اس کا اظہار وہ حالیہ میونسپل الیکشن کے موقع پر کرچکے ہیں ۔ مارکسی حکومت پر اقتدار کا نشہ ایسا چھایا ہوا ہے کہ وہ عوامی مسائل اور لاقانونیت پر توجہ کرنے کے بجائے محض نعرہ بازی کا رویہ اختیار کئے ہوئے ہے ۔ اس حکومت کے زیر سایہ کون سی ایسی سماجی برائیاں ہیں جو بے روک ٹوک پروان نہیں چڑھ رہی ہیں ۔ بالخصوص پولیس کی کارکردگی تو بے حد شرمناک اور اذیت ناک ہوچکی ہے ۔

کلکتہ کا واحد مسلم اسپتال موت وزیست کی کشمکش میں

کیا حکومت بھی چاہتی ہے کہ یہ اسپتال تباہ ہوجائے

کلکتہ میں اسلامیہ ہاسپٹل کے نام سے واقع ہندوستان کا واحد مسلم اسپتال زبردست بحران سے دوچار ہے اور اگر اس بحران پر قابو نہیں پایا گیا تو یہ عنقریب بند ہوسکتا ہے ۔ حالانکہ وزیراعلی جیوتی بسو اور مقامی کاؤنسلر نے اس بحران کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اسپتال کی ورکرس یونین اور بائیں بازو کی ورکرس کی یونین " سیٹو " کے ساز باز سے یہ کوششیں ناکام ہورہی ہیں ۔ " سرخ ہنسیا " اس کے وجود پر باریک دھاگے سے بندھا ہوا لٹک رہا ہے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ اسپتال کب اپنا وجود کھو بیٹھے ۔

اسپتال ورکرس یونین محض پانچ ممبران کی ایک ٹیم ہے لیکن وہ انتظامی معاملات پر اس طرح حاوی ہے کہ انتظامیہ بے بس و لاچار ہوگیا ہے ۔ اسپتال کے باورچی خانہ سے غذائی اشیاء اور اسٹور سے دواؤں کی چوری ، خاتون مریضوں کے ساتھ غیر اخلاقی برتاؤ ، مریضوں کی دیکھ بھال میں ابتری اور طاقت کے بل بوتے پر اسپتال کے فیملی کوارٹرس کو خالی کرانے کے واقعات آئے دن کا معمول ہیں ۔ گذشتہ دنوں باورچی خانے کا ملازم کلو نے ایک خاتون مریضہ سائرہ خاتون کے ساتھ بدتمیزی کی اور انتظامیہ نے اسے نکال دیا جس پر یونین والوں نے زوردار ہنگامہ کیا اور اس کو دوبارہ بحال کرانے کی مہم چلائے ہوئے ہیں ۔ یونین والے مریضوں کو دیا جانے والا دودھ بھی پی لیتے ہیں ۔ مریضوں کے لئے چودہ لیٹر دودھ یومیہ ملتا ہے لیکن مریضوں تک پہنچتے پہنچتے وہ محض تین چار لیٹر بچتا ہے ۔

باورچی خانہ سے غذائی اشیا کی چوری روکنے کے لئے انتظامیہ نے اسے ایک کیٹرنگ پارٹی کو ٹھیکے پر دے دیا ۔ جس پر یونین نے انتظامیہ کے خلاف جہاد چھیڑ دیا کیونکہ اس طرح ان کی آمدنی متاثر ہوگئی ۔ یونین ورکرس نے انتظامیہ کے خلاف ماحول سازی کے لئے دیواروں کو پوسٹروں سے ڈھک دیا ہے ۔ اسٹاف کے خلاف بھی خوب پوسٹر لگائے گئے ہیں ۔ انہیں دھمکیاں بھی دی جاتی ہیں ۔ اسپتال کے سکریٹری کو تو بندوق سے دھمکایا گیا ۔ جس کی بنا پر وہ دو ماہ تک اسپتال میں آنے سے قاصر رہے ۔ دوسرے ڈاکٹروں یہاں تک کہ ریزیڈنٹ فزیشین اور آفس سکریٹری کو سرعام ہراساں کیا گیا ۔ کئی یونین ممبران اسپتال کے گیٹ پر بیٹھ جاتے ہیں اور باہر سے آنے والی خاتون مریضوں کے ساتھ غیر اخلاقی سلوک کرتے ہیں ان پر پھبتیاں کستے ہیں ۔ یہاں تک کہ اسپتال آنے والی اسٹوڈنٹس نرسوں کو بھی نہیں بخشا جاتا ۔

اسلامیہ اسپتال تباہی کے دہانے پر

اس صورت حال سے تنگ آکر ریزیڈنٹ فزیشین اور آفس سکریٹری نے استعفیٰ دے دیا ہے ۔ پولیس سے کی جانے والی مسلسل اپیلیں بے کار ہوچکی ہیں ۔ سیٹو کی مداخلت کی بنا پر کوئی بھی کوشش بارآور نہیں ہورہی ہے ۔ یہ اسپتال جو کہ مسلمانوں کے چندے پر غریبوں کا علاج کرتا تھا آج دوسری نوعیت کی امداد کا طالب ہے اور وزیراعلی جیوتی بسو بھی اس سلسلے میں ناکام ہوچکے ہیں ۔ وزیراعلی کو چاہئے کہ وہ سختی کرکے سیٹو کے عہدیداران کو اسلامیہ اسپتال میں مداخلت کرنے سے روکیں اور اسپتال کی زبوں حالی دور کریں ورنہ ہندوستان کا یہ واحد مسلم اسپتال جو کہ لوگوں کو زندگی دیتا تھا خود بے موت مارا جائے گا اور یہ نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ ریاست کے لئے بھی زبردست خسارے کے مترادف ہوگا ۔

کیا نیشنل سیکورٹی گارڈ میں اقلیتوں پر پابندی ہے

گذشتہ دنوں پارلیمنٹ کے اجلاس میں جنتا دل کے راجیہ سبھا ممبر مسٹر م ۔ افضل نے راجیہ سبھا میں انگریزی اخبار " اکنامکس ٹائمز " کے حوالے سے یہ انکشاف کیا کہ ملک کی اہم شخصیات کی حفاظت کے لئے بنائی گئی فورس این ایس جی (نیشنل سیکورٹی گارڈز) کے 7400 جوانوں میں صرف ہندو ہی شامل ہیں اور اس میں ملک کے کسی بھی اقلیتی فرقے کے لوگوں کو شامل نہیں کیا گیا ہے وہ مسلمان ہوں ، سکھ ہوں ، عیسائی یا بدھشٹ ۔ م ۔ افضل نے یہ بھی کہا کہ وہ گزشتہ ایک ماہ سے اس بات کی کوشش کر رہے تھے کہ انہیں اس مسئلے کو اٹھانے کی اجازت دی جائے ۔ مگر انہیں بہت مشکل سے یہ مسئلہ وقفہ صفر میں اٹھانے کی اس وقت اجازت ملی جب 22 دیگر راجیہ سبھا ممبروں کے ساتھ مل کر انہوں نے راجیہ سبھا کے چیئرمین کو یہ مسئلہ اٹھانے کا نوٹس دیا ۔ بولنے کی اجازت دینے سے پہلے راجیہ سبھا کی ڈپٹی چیئرمین ڈاکٹر نجمہ ہپت اللہ نے کہا کہ چیئرمین نے اس موضوع پر تقریر کرنے کی اجازت صرف م ۔ افضل کو دی ہے جبکہ باقی بائیس ممبران پارلیمنٹ کے نام اس مسئلے پر منتقین کی حیثیت سے وہ ایوان میں پڑھ دیں گی ۔ کئی ممبران نے بار بار اس بات پر اعتراض کیا کہ ان سب کو اس مسئلے پر بولنے کی اجازت دی جائے ۔ مگر ڈاکٹر نجمہ ہپت اللہ نے وقت کی کمی اور چیئرمین کے ذریعے دی گئی محدود اجازت کا ذکر کرتے ہوئے باقی ممبران کو اس مسئلے پر بولنے سے روک دیا ۔

م ۔ افضل کے سوال پر جواب دیتے ہوئے مرکزی وزیر داخلہ ایس بی چوان نے کہا کہ یہ نکتہ بزنس ایڈوائزری کمیٹی (بی اے سی) میں اٹھایا گیا تھا جس میں م ۔ افضل صاحب بھی شریک تھے ۔ بدقسمتی سے پچھلے دو دنوں سے کچھ اتنا مصروف تھا کہ میں اس سلسلے میں افسران سے گفتگو نہ کرسکا ۔ لیکن میں این ایس جی میں تقرریوں کے ضمن میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اس کے لئے ریاستی حکومتیں جو نام بھیجتی ہیں انہیں مرکزی حکومت قبول کرلیتی ہے ۔ لیکن اگر وہ امتیاز برتتی ہیں اور اگر انہوں نے آئینی الزام کی خلاف ورزی کی ہے تو میں اس کی تحقیق کروں گا اور این ایس جی کے ڈائرکٹر سے یہ دریافت کروں گا کہ ایسا کیوں ہے ؟

ہم ریاستی حکومتوں سے بھی کہیں گے کہ اقلیتوں کے افراد جو اس کے اہل ہیں ان کی بھی نمائندگی ہونی چاہئے ۔ اکثریت اور اقلیت کے درمیان کسی قسم کا امتیاز نہیں ہونا چاہئے ۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ اس معاملہ پر کارروائی ہوگی ۔ سردست میرے پاس اس سلسلے میں کوئی تفصیل موجود نہیں ہے ۔ میں تفصیلات حاصل کرکے ایوان کو ضرور مطلع کروں گا ۔

انسانی حقوق کی پامالی کرو اور بدلے میں امریکی ڈالر سے اپنا خزانہ بھرو

جی ہاں امریکہ انہی ممالک کو امداد دیتا ہے جو انسانی حقوق کی پامالی میں پیش پیش ہوں

مدت دراز سے امریکہ خود کو ساری دنیا خصوصا مغربی ایشیا میں حقوق انسانی اور جمہوریت کا علمبردار کہتا آیا ہے اور یہ دعوی بھی کرتا ہے کہ اس کی امداد انہی دو عظیم مقاصد کے حصول کے لئے ہوتی ہے۔ لیکن مغربی ایشیا میں وہی ممالک سب سے زیادہ امریکی امداد پارہے ہیں جو حقوق انسانی کو پامال کرنے میں سب سے آگے ہیں مثلاً اسرائیل اور مصر۔

کیمپ ڈیوڈ معاہدے کے بعد سے مصر کو کئی بلین ڈالر کی امداد ملی ہے باوجود اس کے کہ اس پورے عرصے میں اس کا حقوق انسانی کا ریکارڈ سب سے خراب رہا ہے۔ سیاسی مخالفین خصوصا اخوان المسلمین اور دوسری اسلامی جماعتوں سے متعلق افراد کو جھوٹے الزامات کے تحت جیلوں میں بھر دیا گیا ہے۔ اخوان سے وابستہ انجینئروں، ڈاکٹروں اور وکلاء کو بھی زنداں کے حوالے کردیا گیا ہے۔ ملک میں ایمرجنسی قوانین کے ذریعے سیاسی مخالفین کے حقوق چھین لئے گئے ہیں اور کبھی بھی صاف ستھرے انتخابات نہیں کرائے جاتے۔ مگر ان سب کے باوجود امریکہ مسلسل مصر کی منہ بھرائی کر رہا ہے کیونکہ قاہرہ ہمیشہ سے امریکہ کا حاشیہ بردار اور مغربی ایشیا میں اس کی پالیسیوں کا حامی رہا ہے۔

اسرائیل اپنے وجود کے وقت سے پوری دنیا کے کسی بھی ملک کی بہ نسبت زیادہ امریکی امداد حاصل کرتا رہا ہے۔ جبکہ فلسطینیوں کے خلاف اس کے مظالم اور حقوق انسانی کی خلاف ورزی مسلمہ حقائق ہیں۔ مگر ان سب کے باوجود سب سے زیادہ امریکی امداد اسرائیل ہی کو ملتی ہے۔ حقوق انسانی کی اسرائیلی خلاف ورزیوں کو نظرانداز کردینا امریکی پالیسی رہی ہے۔

کلنٹن

مصر میں حقوق انسانی کی پامالی عام طور سے وہاں کے ایمرجنسی قوانین کے تحت ہوتی ہے۔ اس ایمرجنسی قانون کے تحت صدر مملکت کو یا ان کے متعین کردہ کسی بھی فرد کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی بھی فرد کو بغیر مقدمہ چلائے یا بغیر کسی الزام کے حراست میں رکھ سکتا ہے۔ اس انداز سے ہزاروں مصریوں کو زیر حراست لیا جاتا ہے جن میں سے اکثر کو ماہ دو ماہ بعد رہا کردیا جاتا ہے۔ بعض کو بار بار حراست میں لیا جاتا ہے اور اس طرح وہ سالہا سال جیل میں گزار دیتے ہیں۔ نہ ان پر کوئی الزام عائد کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی مقدمہ چلایا جاتا ہے۔

امریکہ کو اندیشہ ہے کہ اگر وہ یہ امداد بند کردے اور صاف ستھرے انتخابات پر اصرار کرنے لگے تو پھر وہ اسلامی بنیاد پرست برسراقتدار آجائیں گے جو مغرب کے سخت مخالف ہیں۔

ایمرجنسی قانون کی وجہ سے مصری عدالت کی آزادی پر بھی حرف آیا ہے۔ بغیر کسی الزام کے گرفتار کئے گئے کسی شخص کی رہائی کا جب بھی عدالت کوئی فیصلہ سناتی ہے تو وزارت داخلہ اسے کالعدم قرار دے دیتی ہے۔ 1993ء سے اسلامی گروپوں سے وابستہ افراد کے خلاف مقدمہ فوجی عدالت میں چلایا جاتا ہے جہاں جج کوئی فوجی افسر ہوتا ہے جن سے انصاف کی توقع کرنا کار عبث ہے۔

اسحق رابن

زیر حراست افراد پر قسم قسم کا تشدد کیا جاتا ہے۔ وکلاء اور حقوق انسانی کے علمبرداروں نے اس کے خلاف آواز اٹھانے کے علاوہ عدالتی چارہ جوئی بھی کی لیکن یہ سب لاحاصل رہا ہے۔ ایمرجنسی قانون کے علاوہ دوسرے عام مصری قوانین کے مطابق بھی وہاں اظہار رائے کی آزادی نہیں ہے۔ غیر سرکاری تنظیموں کی آزادی بھی محدود ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ لوگ حکومت کی زیادتیوں کی کھل کر تنقید نہیں کرپاتے۔ غالبا سیاسی تشدد کو فروغ دینے میں ان آزادی مخالف قوانین کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ اگرچہ مغربی ذرائع ابلاغ اب کچھ ایسی تصویر پیش کر رہے ہیں جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مصر میں آج کل امن ہی امن ہے اور حسنی مبارک کی مغرب پرست حکومت کو کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن وہاں سیاسی تشدد اب بھی جاری ہے۔ امریکی وزارت خارجہ کی ایک رپورٹ کے مطابق 1992ء میں سیاسی تشدد کے 201 واقعات پیش آئے تھے جو 1994ء میں بڑھ کر 286 ہوگئے۔ 1995ء میں بھی صورت حال کچھ ایسی ہی ہے۔ قاہرہ میں پرتشدد واقعات میں ضرور کمی آئی ہے لیکن دوسرے مقامات پر حالات بہرحال کشیدہ ہیں۔ ایک عام تصور یہ ہے کہ چونکہ مصر میں انتخابات میں عام طور سے حکمراں جماعت کے حق میں خرد برد کی جاتی ہے اس لئے بھی سیاسی تشدد کو فروغ ملا ہے۔ لیکن حقوق انسانی کی ان کھلی پامالیوں کے باوجود مصر کے لئے امریکی امداد بدستور جاری ہے۔

حسنی مبارک

امریکہ کو اندیشہ ہے کہ اگر وہ یہ امداد بند کردے اور صاف ستھرے انتخابات پر اصرار کرنے لگے تو پھر وہ اسلامی بنیاد پرست برسراقتدار آجائیں گے جو مغرب کے سخت مخالف ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جمہوریت اور حقوق انسانی کے تعلق سے امریکی دعوے کھوکھلے ہیں۔ دراصل امریکہ جمہوریت اور حقوق انسانی کے تحفظ کے ہتھکنڈے وہاں استعمال کرتا ہے جہاں مغرب مخالف طاقتیں برسراقتدار ہیں۔ مغرب نواز ممالک کی جمہوریت مخالف پالیسیوں، یہاں تک کہ ان کے انسانیت سوز مظالم کو نظرانداز کردینا امریکہ کی فطرت ثانیہ بن گئی ہے۔

کیا آزادی کی پچاسویں سالگرہ پر صدر سوہارتو کے اعلانات نیک نیتی پر مبنی ہیں؟

انڈونیشیا کے ہالینڈ سے آزادی کے پچاس سال مکمل ہونے پر گذشتہ دنوں پورے ملک میں بڑے پیمانے پر تقریبات منعقد کی گئیں۔ آج سے پچاس سال قبل سابق صدر سوکارنو نے ہالینڈ سے آزادی کا اعلان کیا تھا۔ خوشی کے اس موقع پر موجودہ صدر سوہارتو نے مدت سے مقید کئی سیاسی قیدیوں کو بھی رہا کردیا۔ ان میں سب سے ممتاز 81 سالہ جناب سوبندریو ہیں جو سابق صدر سوکارنو کے دور میں وزیر خارجہ اور نائب وزیراعظم رہ چکے ہیں۔ انہیں 1965ء کے کمیونسٹ انقلاب میں حصہ لینے کے جرم میں جیل بھیج دیا گیا تھا۔

گذشتہ دنوں صدر سوہارتو کی حکومت نے ایک اور اہم اعلان کیا۔ حکومت نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ ان لوگوں کے شناختی کارڈوں سے، جو ماضی میں سیاسی قیدی رہ چکے ہیں، وہ عبارت ہٹا دے گی جس کا مفہوم ہے "سابق سیاسی قیدی"۔ دراصل سابق سیاسی قیدیوں کی پہچان کے لئے ان کے شناختی کارڈوں پر یہ تحریر اس لئے لکھی گئی ہے تاکہ سرکاری حکام ان کے خلاف امتیاز برت سکیں۔ 1992ء کے ایک جائزے کے مطابق ایسے سابق سیاسی قیدیوں کی تعداد ساڑھے تیرہ لاکھ سے زیادہ تھی۔

کمیونزم کا خطرہ دراصل ایک موہوم خطرہ ہے جسے صدر سوہارتو اپنے سخت گیر اقتدار کے جواز کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ صدر سوہارتو دراصل فوج کے آدمی ہیں اور فوج ہی کی طرح مغرب پرست ہیں۔ اپنے اقتدار کی طوالت اور دوام کے لئے وہ اور فوج کمیونزم کے موہوم خطرے کا بہانہ بناکر اپنے سیاسی مخالفین کو مختلف طریقوں سے ستاتے رہتے ہیں جس کے لئے انسانی حقوق کی تنظیمیں ان کی حکومت کی تنقید بھی کرتی ہیں۔ چنانچہ عالمی رائے عامہ بالعموم ان کے خلاف رہتی ہے۔ شناختی کارڈوں سے "سابق سیاسی قیدی" کی تحریر ہٹاکر غالبا صدر سوہارتو عالمی برادری میں اپنی امیج بہتر بنانے کے ساتھ اپنے دشمنوں سے محتاط انداز میں مصالحت بھی چاہتے ہیں۔

صدر سوہارتو

بہرکیف صدر سوہارتو کے اعلان سے انڈونیشیا کے بہت سے لوگوں کو یہ امید ہو چلی ہے کہ غالبا وہ اپنی سخت گیر حکومت میں کچھ نرمی کرنے کے موڈ میں ہیں۔ اس کی وجہ غالبا یہ ہے کہ اقتدار پر ان کی گرفت اس وقت کافی مضبوط ہے۔ اگرچہ وہ 74 برس کے ہو چکے ہیں اور 1965ء سے برسراقتدار ہیں۔ لیکن اب بھی وہ اقتدار سے دست بردار ہونے کی کوئی خواہش نہیں رکھتے۔ وہ 1998ء کے صدارتی انتخاب میں حصہ لیں گے جسے انتخاب کے بجائے ایک فریب کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ بہرکیف صدر سوہارتو کی بظاہر نرمی کی پالیسی کا انڈونیشیا کے مسلم دانشوروں کی انتہائی طاقتور تنظیم نے استقبال کیا ہے اور کہا ہے کہ بالآخر صدر کو احساس ہو چلا ہے کہ جمہوری عمل کو دیر تک روکے رکھنا ان کے بس میں نہیں ہے۔ اس تنظیم کے بقول صدر سوہارتو کی نئی پالیسی جنوب مشرقی ایشیا میں رائج "منصوبہ بند جمہوریت" کی طرف ان کے میلان کی آئینہ دار ہے۔

لیکن سوہارتو اور ان کی حکومت سے وابستہ مراعات یافتہ طبقہ ان کی اس نئی پالیسی سے نالاں ہے اس کی شکایت یہ ہے کہ اس سے مستقبل میں بلا وجہ بدامنی پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ ظاہر ہے جمہوریت سے انہیں لوگوں کو اندیشہ ہوتا ہے جن کی جڑیں عوام میں کمزور ہوتی ہیں۔

رلانے والے مضحکہ خیز جوابات

اردن سے شائع ہونے والے ایک ہفت روزہ نے "رلانے والے مضحکہ خیز جوابات" کے عنوان کے تحت یونیورسٹی کے طلباء پر مشتمل نوجوانوں کے گروہوں سے کی گئی بات چیت اور ان کی معلومات عامہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ فجر کی رکعت کی تعداد، فجر اور عصر کے درمیان فرق، وضو اور اس کا طریقہ اور قبلہ کی سمت جیسی بنیادی باتوں سے یکسر ناواقف ہیں۔ انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ رمضان المبارک کے علاوہ وہ کون سے دن ہیں جب مسلمان روزہ رکھتے ہیں۔

یونیورسٹی کی ایک طالبہ نے بتایا "فجر کی رکعات کی تعداد ٹھیک طرح تو مجھے نہیں معلوم۔ شاید چھ یا سات رکعات فجر میں پڑھی جاتی ہیں"۔ ایک طالب علم نے کہا اسلام کے ارکان میں جو باتیں شامل ہیں وہ ہیں نگاہ نیچی رکھنا، نماز کا اہتمام کرنا، اور دین کی حفاظت کرنا اور عمرہ کرنا"۔ اس طالب علم نے قبلہ کی سمت کے بارے میں اپنا اندازہ لگاتے ہوئے کہا کہ قبلہ جنوبی اردن کے کرک کے علاقے کی سمت میں ہے۔

قبلہ کی سمت کے بارے میں مختلف طلباء و طالبات نے الگ الگ اٹکل پچو جواب دیے بعض نے کہا کہ قبلہ سعودی عرب میں واقع ہے جس کی سرحد اردن سے لگی ہوئی ہے۔ ایک گروہ نے کہا کہ ارکان اسلام میں صدقہ، روزہ، عمرہ اور سحری شامل ہیں نیز یہ کہ نماز فجر کی رکعات دس ہیں۔ قبلہ مسجد اقصی میں ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ان کے نزدیک فجر اور عصر کی نمازوں میں فرق یہ ہے کہ اول الذکر کے پڑھنے کا ثواب بہت زیادہ ملتا ہے۔

علوم شرعیہ میں اعلی سند یافتہ ڈاکٹر اسعد خطیب سے طلباء میں دینی معلومات کے معیار کی اس پستی کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ جن طلباء نے ایسی مضحک عدم واقفیت کا ثبوت دیا ان کی تعداد محض مٹھی بھر ہے اور اردن کے معاشرے میں ان کا تناسب بہت مختصر ہے۔ موصوف کا خیال ہے کہ ان طلباء میں دینی معلومات کے فقدان کا اصل سبب بعض ایسے عوامل ہیں جن کا تعلق گھر اور مدرسے کی تربیت دونوں سے بہت گہرا ہے۔ اس کے علاوہ ٹیلی ویژن نے بھی نوجوان ذہنوں کو بری طرح پراگندہ کیا ہے جس کی وجہ سے ان کے ذہنوں پر ناچ رنگ اور غیر سنجیدہ باتوں کا ہی تسلط رہتا ہے۔ اس کے لئے انہوں نے یہ مشورہ دیا ہے کہ عرب اور اسلامی ممالک مختلف ذرائع ابلاغ پر خصوصی تعلیمی، تربیتی پروگراموں کا ایک ایسا نقشہ مرتب کریں جس میں موجودہ نوجوان نسل کی صحیح نہج پر ذہنی نشو و نما ہوسکے اور وہ اپنی دینی و اخلاقی اقدار سے روشناس ہوسکیں۔

حق ایک ایسا ہرا بھرا درخت ہے جس کی جڑ زمین میں اور شاخیں آسمان میں ہیں

لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے میں نرم خوئی اور باطل کے سامنے سینہ سپر رہنا مومن کی پہچان ہے

قرآن میں ارشاد باری ہے کہ ایسے لوگ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اپنے اعمال کے حساب کتاب کے لئے اللہ کو ہی کافی سمجھتے ہیں، لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے میں نرم خوئی کا مظاہرہ کرتے ہیں، باطل کی قوت کے آگے سینہ سپر رہتے ہیں اور اس سے حکمت و فراست کے ساتھ نبرد آزما ہوتے ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ حق ایک ایسے ہرے بھرے درخت کی طرح ہے جس کی جڑ تو زمین میں پیوست ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں اگر اس وصف کی ہم مثال تلاش کرنا چاہیں تو وہ ہمیں بعض انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں میں مل جائیں گی جیسے کہ حضرت نوح علیہ السلام جنہوں نے اپنی قوم کو حکم دیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ فرمان الٰہی کو دل لگا کر سنیں اور کہا کہ اپنے پروردگار سے معافی مانگو کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے، وہ تم پر آسمان سے لگاتار مینہ برسائے گا، مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا، تمہیں باغ عطا کرے گا اور ان میں تمہارے لئے نہریں بہائے گا۔

اور اس سے بھی لطیف مثال حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ہے کہ اپنے باپ کے سامنے سراپا عجز و نیاز ہوگئے حالانکہ وہ ان کی اصنام پرستی کے شدید مخالف تھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس خیال سے کہ کہیں سوء ادب نہ سرزد ہوجائے انہوں نے آذر سے کہا کہ "اے میرے باپ مجھے ایسا علم ملا ہے جو آپ کو نہیں ملا اس لئے میرے ساتھ ہوجایئے۔ میں آپ کو سیدھی راہ پر چلاؤں گا۔ اس کے بعد انہوں نے حد درجہ محبت و لجاجت سے کہا کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ اگر آپ کو اللہ کا عذاب آپکڑے تو آپ شیطان کے ساتھی ہوجائیں گے۔ اس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو توحید الٰہی کی طرف آنے کی ترغیب دی۔ اور باپ کے ساتھ حسن سلوک اور حسن کلام کا ہی نتیجہ تھا کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے بلایا تو اسماعیل علیہ السلام نے مجسم اطاعت بن کر جواب دیا کہ اے میرے والد آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم ہوا ہے۔ انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے ساتھ خوش خلقی اور حلم و صبر کا بے مثال نمونہ پیش کیا تھا۔ باپ کی طرف سے پتھر کا جواب انہوں نے پھولوں سے ہی دیا۔ ان کے باپ نے ان کی ہر درخواست سے عاجز آکر یہی کہا کہ "کیا تو میرے معبودوں سے برگشتہ ہے اگر تو باز نہ آئے گا تو میں تجھے سنگسار کروں گا اور تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہوجا"۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ ایک طرف کسی پر پتھر برس رہے ہوں جو اسے جابجا زخمی کر رہے ہیں اور وہ ہے کہ اس کے بدلے میں مقابل کی طرف بڑے ادب سے یہ کہہ کر گویا پھول برسا رہا ہے کہ آپ پر سلامتی ہو میں اپنے پروردگار سے آپ کی بخشش طلب کروں گا۔

یہ انبیاء علیہم السلام کی قائم کردہ تعلیم گاہ تھی جہاں سے ایسے لوگ نکلے جو لوگوں کو نیکی کی ہدایت دیں اور بندوں کو احکام الٰہی کی تعمیل کی تاکید کریں۔ مذکورہ بالا معاملہ تو ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے ساتھ تھا اپنی قوم کے ساتھ ان کا برتاؤ شہد سے بھی شیریں تر تھا۔ دشمنوں نے ان کو ستایا اور ان کو نقصان پہنچانے کی تاک میں رہے لیکن ابراہیم علیہ السلام نے اس کے سوا ان سے کبھی کچھ نہ کہا کہ کیا تم اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچاتی ہیں نہ نقصان۔ تف ہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کی پرستش کرتے ہو کیا تم میں ذرا بھی عقل و فہم نہیں۔ یہ بھی انبیاء کی ہی شان تھی کہ دشمنانہ سلوک کے جواب میں انہوں نے کبھی صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور کسی بدسلوکی کے ردعمل میں بھی کچھ کہا تو اس نیت سے کہ وہ انہیں حقیقت کی جستجو پر آمادہ کرسکیں۔

> غور کرنے کا مقام ہے کہ ایک طرف کسی پر پتھر برس رہے ہوں جو اسے جابجا زخمی کر رہے ہیں اور وہ ہے کہ اس کے بدلے میں مقابل کی طرف بڑے ادب سے یہ کہہ کر گویا پھول برسا رہا ہے کہ آپ پر سلامتی ہو میں اپنے پروردگار سے آپ کی بخشش طلب کروں گا۔

مسجد ابراہیمی میں نماز ادا کرتی فلسطینی خواتین

ابراہیم علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف پیش آنے والے مصائب کی تفصیل قرآن کریم میں وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ کس طرح ان کے دعوت حق سے بیزار ہوکر ان کی قوم نے ان پر پتھروں کی بارش کی، انہیں قید کیا گیا، آگ میں ڈالا گیا گردن مار دینے کی تدبیریں کی گئیں۔ جب ظلم و زیادتی کا سلسلہ حد سے بڑھ گیا تو اس حالت میں کہ افراد قوم نے ابراہیم علیہ السلام کی گردن میں رسی باندھ دی۔ جبریل امین نے آکر ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا تمہیں میری ضرورت ہے تو ابراہیم علیہ السلام نے بڑے ضبط و اطمینان سے جواب دیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں آپ کی ضرورت محسوس کروں اور اس ذات کو بھول جاؤں جس نے آپ کو بھیجا ہے۔ اس پر جبریل نے کہا کہ یا خلیل اللہ پھر تم اللہ ہی سے سوال کرو یعنی اپنی حاجت کا اظہار کرو۔ پس ابراہیم حسبی اللہ و نعم الوکیل کا ورد کرتے ہوئے اہل قوم کی جلائی ہوئی آگ میں کود پڑے۔ آسمانی عدالت نے ابراہیم علیہ السلام کے معاملے کا فوراً فیصلہ کرکے انہیں اس عذاب سے نجات دے دی۔ لوگوں نے اپنی آنکھیں مل مل کر دیکھا کہ آگ نے صرف اس رسی کو نقصان پہنچایا تھا جو ابراہیم علیہ السلام کی گردن میں باندھی گئی تھی اور ان کے دشمن ہی خسارے میں رہے۔

عورتوں کا تشبہ کرنے والے مردوں کو ملعون قرار دیا گیا ہے

آپ کے سوال اور ان کے فقہی جواب

سوال: کوئی شخص ملازمت یا کاروبار کے سلسلے میں ایک سال تک گھر سے باہر رہا اور اس پوری مدت میں اس نے اپنی بیوی کو کوئی نفقہ نہیں بھیجا جس سے وہ اپنا گزارہ کرسکتی۔ کیا ایک سال تک کا نفقہ شوہر پر واجب الادا سمجھا جائے گا۔؟

جواب: بیوی کے نفقے کی ادائیگی شوہر پر واجب ہے۔ اس کی ادائیگی کا حکم اس وقت تک ساقط نہیں ہوگا جب تک کہ بیوی خود ہی اپنے حق سے دستبرداری کا اظہار نہ کردے اور وہ بھی بلاکسی جبر اور اپنی رضا و رغبت سے۔ اس لئے مذکورہ پوری مدت کا نفقہ شوہر کی طرف سے بیوی کو دیا جانا لازم ہے۔

سوال: بعض لوگ اپنے گھر کی دیواروں پر آرائش کے مقصد سے قرآنی آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لکھی ہوئی پلیٹیں لگاتے ہیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟۔

جواب: ایسا کرنے میں کوئی حرج تو نظر نہیں آتا کیونکہ ان طغروں کو دیوار پر لگانے سے ان کے تئیں جذبہ احترام کا اظہار ہوتا ہے اس کے علاوہ گھر کے افراد یا گھر میں آنے والے افراد میں سے جس کی نظر بھی آیات قرآنی یا احادیث نبوی پر پڑے گی اس سے یہ امید کی جاتی ہے کہ ان کے معنی و مفہوم پر غور کرکے نیکی کا راستہ اختیار کرنے اور برائی سے بچنے کی ترغیب حاصل کرے گا اور اوامر و نواہی سے واقف ہوگا۔ یہ ضرور ہے کہ ان طغروں کو ایسی جگہ لگانا مناسب نہیں جہاں عام تصویریں لگی ہوئی ہوں

> طغروں کو دیوار پر لگانے سے ان کے تئیں جذبہ احترام کا اظہار ہوتا ہے اس کے علاوہ گھر کے افراد یا گھر میں آنے والے افراد میں سے جس کی نظر بھی پڑے گی اس سے یہ امید کی جاتی ہے کہ ان کے معنی و مفہوم پر غور کرکے نیکی کا راستہ اختیار کرنے اور برائی سے بچنے کی ترغیب حاصل کرے گا۔

سوال: نماز پڑھتے وقت بعض دفعہ خیال بہک جاتا ہے اور آدمی یہ بھول جاتا ہے کہ نماز میں اسے کیا پڑھنا ہے تو کبھی وہ سورہ فاتحہ کی جگہ تشہد پڑھنے لگتا ہے اور کبھی اس کے برعکس۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ متعینہ رکعت میں کوئی رکعت کم ہوجائے اور پھر اس کی قضا بھی نہیں پڑھی جاتی۔ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے۔ ایک اور بات یہ ہے کہ کوئی شخص نماز میں سورہ فاتحہ کی ابتدا سے پہلے بسم اللہ کہنا بھول جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

جواب: بھول چوک ہر انسان سے ہوتی ہے اور آدمی خواہ کسی کام میں مصروف ہو یا عبادت میں اس کے ذہن میں خود کلامی کا غیر شعوری عمل جاری رہتا ہے گویا کہ ایک دریچہ سا کھلا رہتا ہے جس میں سے نہ جانے کہاں کہاں کے خیالات در آتے ہیں۔ نماز میں ایسے کسی خلل کے واقع ہونے کی صورت میں سجدہ سہو کرنے کا حکم ہے تاہم نماز پڑھنے والے کو اس کا خیال ضرور رکھنا چاہئے کہ وہ ہر ممکن طور پر اپنے ذہن و قلب کو عبادت میں منہمک کرے اس کا طریقہ یہ ہے کہ نماز میں جو کچھ پڑھا جارہا ہے اس کے معنی اور مطلب پر غور کرے اور نماز کی کیفیت کو ذہن میں رکھے کہ کہیں بات چھوٹی تو نہیں جارہی ہے تو اگر اسے یاد آجائے کہ قرأت میں کوئی کمی رہ گئی ہے یا کوئی دعا چھوٹ گئی ہے تو اس کا اعادہ اسی جگہ پر واجب ہے اور اسی طرح اگر کوئی رکن چھوٹ گیا ہے تو رکعت کو دہرانا ہوگا۔ بسم اللہ کی قرأت ہمارے نزدیک سنت کی حیثیت رکھتی ہے جس کا پڑھنا افضل اور باعث ثواب ہے اور اگر چھوٹ جائے تو قابل مواخذہ نہیں ہے اور نہ ہی ایسی صورت میں سجدہ سہو لازم ہوتا ہے اس کا لزوم سورہ فاتحہ یا اس کے بعد کی سورہ چھوٹ جانے پر ہی ہوگا۔

سوال: کھلتے ہوئے رنگوں والے مثلاً لال پیلے لباس پہننے کا بشرطیکہ ان سے پوری ستر پوشی ہوتی ہو کیا حکم ہے؟۔

جواب: عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ رواج کے مطابق کیسے بھی رنگین کپڑے پہنے لیکن ایسے کپڑے جو مردوں سے مخصوص ہیں وہ عورتوں کے لئے نہیں ہیں اور اسی طرح عورتوں کا تشبہ کرنے والے مردوں کو ملعون قرار دیا گیا ہے۔ عورت کو چاہئے کہ جب وہ غیر مردوں کے سامنے ہو تو ایسا لباس پہنے جو اس کے پورے جسم کی پردہ پوشی کرے۔ ان کے ہاتھ اور پیر کا نمایاں ہونا جائز نہیں۔ ہاں کسی کی طرف کوئی چیز بڑھاتے ہوئے یا اس سے کچھ لیتے ہوئے ہاتھ کا تھوڑا بہت حصہ دکھائی دے جاتا ہے تو اس میں مضائقہ نہیں۔ دوسرا اہم پہلو یہ مدنظر رہے کہ عورتیں تنگ لباس نہ پہنیں کیونکہ ایسا لباس ان کے بدن کے خطوط کی نمائش کرتا ہے۔ بچیوں کی تربیت بھی ایسی نہج پر ہو کہ وہ سادہ پوشی کی طرف مائل ہوں بھڑک دار لباس کی طرف نہ لپکیں۔ بچپن میں اگر خواہشات، بے جا میں وہ گرفتار ہوگئیں تو بڑی ہونے پر ان سے یہ عادت چھڑانا مشکل ہوجائے گا۔ ان کا چھوٹے سائز کا یا چست کپڑے پہننا فتنے کا باعث بنے گا۔ لیکن اگر عورت اپنے گھر کے افراد کے درمیان رہتے ہوئے کام کاج کی ضروریات کے تحت ایسے کپڑے بعض اوقات میں پہنتی ہے جس میں ہاتھ پیر اور پنڈلی یا کندھا کھل جاتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

> عورتیں تنگ لباس نہ پہنیں کیونکہ ایسا لباس ان کے بدن کے خطوط کی نمائش کرتا ہے بچیوں کی تربیت بھی ایسی نہج پر ہو کہ وہ سادہ پوشی کی طرف مائل ہوں بھڑک دار لباس کی طرف نہ لپکیں۔ بچپن میں اگر خواہشات بے جا میں وہ گرفتار ہوگئیں تو بڑی ہونے پر ان سے یہ عادت چھڑانا مشکل ہوجائے گا۔ ان کا چھوٹے سائز کا یا چست کپڑے پہننا فتنے کا باعث بنے گا۔

زمین کو چاروں طرف سے ڈھکنے والی حفاظتی چادر میں شگاف سے شدید خطرات

اس صدی کے آخر تک بیشتر لوگ جلدی کینسر اور موتیا بند کے شکار ہوجائیں گے

سائنسدانوں کا خیال ہے کہ زمین کو چاروں طرف سے حفاظتی چادر سے ڈھکنے والی اوزون کی پرت کے ہلکے پڑنے یا اس میں سوراخ ہوجانے سے زمین پر موجود جانداروں پر منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ اوریگون یونیورسٹی میں چار سال کے عرصے تک کی گئی ایک تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ اس تہہ کے ہلکے پڑنے کی صورت میں فوق بنفشی شعاعوں سے پیدا ہونے والے خطرات بڑھ جائیں گے جیسا کہ مینڈکوں اور دیگر آبی جانوروں کی گھٹتی ہوئی تعداد سے ظاہر ہورہا ہے۔ اس تحقیق کے مطابق اوزون میں ایک فیصد کی گراوٹ زمینی مخلوقات کو مہلک شعاعوں سے 2.2 فیصد تک متاثر کرتی ہے۔

فوق بنفشی یا الٹرا وائلٹ شعاعیں انسانوں میں جلد کے کینسر کا سبب بنتی ہیں۔ زرعی پیداوار اور حیوانی معیشت کو بھی اس سے سنگین خطرات لاحق ہیں۔

1992ء کی ایک تحقیق سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ اوزون پر سب سے خراب اثر قطب جنوبی کے نو ملین مربع میل کے علاقے میں ہوا۔ تاہم اس تحقیق کی رپورٹ میں کثیر آبادی والے علاقوں میں اوزون کی صورت حال کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا ہے حالانکہ ایک حالیہ ترین رپورٹ میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ ٹورنٹو شہر کے اوپر الٹرا وائلٹ شعاعوں کی کثافت سردیوں میں 35 فیصد اور گرمی کے موسم میں سات فیصد سالانہ کی شرح سے بڑھ جاتی ہے۔ یہ اعداد و شمار مینڈکوں پر چار سالہ تجربے کے دوران اکٹھا کئے گئے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اوزون کی تشکیل سورج کی روشنی کے زیر اثر ہوتی ہے اور اسی سے سردی اور گرمی کا فرق بھی واقع ہوتا ہے۔ ٹورنٹو اور اوریگون دونوں شہر ایک ہی عرض البلد پر واقع ہیں اور اوریگون میں کی جانے والی تحقیق اپنی نوعیت کی ایسی اولین تحقیق ہے جس میں الٹرا وائلٹ شعاعوں کے تاثر اور متوسط عرض البلد پر واقع علاقوں میں جانوروں کی ہلاکت کے درمیان تعلق ثابت کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ جانوروں کو درپیش خطرات انسانی زندگیوں کی ہلاکت کا پیش خیمہ بھی ہوسکتے ہیں۔

> اقوام متحدہ کی رپورٹ مجریہ 1992 کے مطابق مہلک شعاعوں کے مضر اثرات صرف جلد کے کینسر کا ہی نہیں بلکہ معدے کے امراض اور آنکھوں میں موتیا بند اور جالے جیسے امراض کا بھی سبب بنیں گے اور سن 2000 تک ایسے لوگوں کی تعداد 106 ملین ہوجائے گی۔

قطب جنوبی پر اوزون کی پرت کے موسم بہار میں پچاس فیصد ہلکے پڑجانے سے آبی نباتات کی پیداوار چھ فیصد اور آبی جانوروں کی تعداد میں بارہ فیصد کی کمی آجاتی ہے۔

سانتا کروز میں واقع کیلیفورنیا یونیورسٹی کے ماحولیاتی مطالعات کے شعبے کے سربراہ مائیکل ساؤل کا کہنا ہے کہ اگر مستقبل قریب کی کی جانے والی سائنسی تحقیقات سے مینڈکوں پر فوق بنفشی شعاعوں کے مضر اثرات کی حتمی طور پر تصدیق ہوجاتی ہے تو سائنسدانوں کو چاہئے کہ اوزون پرت کو درست کرنے کی سمت میں موثر قدم اٹھائیں اور حکومت کی طرف سے کسی مبسوط پروگرام کے آغاز کا انتظار نہ کریں۔ مسئلے کی سنگینی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اقوام متحدہ کی رپورٹ مجریہ 1992ء کے مطابق مہلک شعاعوں کے مضر اثرات صرف جلد کے کینسر کا ہی نہیں بلکہ معدے کے امراض اور آنکھوں میں موتیا بند اور جالے جیسے امراض کا بھی سبب بنیں گے اور سن 2000ء تک ایسے لوگوں کی تعداد 106 ملین ہوجائے گی۔ اعداد و شمار کے مطابق آسٹریلیا میں مینڈکوں کی آبادی فوق بنفشی شعاعوں سے سب سے زیادہ متاثر ہوگی۔ اسی لئے وہاں کا دفتر موسمیات آب و ہوا کی تبدیلیوں اور الٹرا وائلٹ شعاعوں کے اثرات سے متعلق معلومات جمع کرتا رہتا ہے۔ اندازہ ہے کہ آسٹریلیا کے بعض علاقوں میں سے دو افراد جلدی کینسر میں مبتلا پائے جائیں گے۔ ایسا نہیں ہے کہ الٹرا وائلٹ شعاعوں کی زد پر براہ راست زمین آنے والے ہی جلد کے کینسر میں مبتلا ہوں بلکہ کاروں کے اندر سفر کرنے والے لوگوں کو بھی یکساں خطرہ ہے اور اسی لئے لوگ الٹرا وائلٹ پروف شیشے کاروں میں لگانے لگے ہیں۔

> ایک حالیہ ترین رپورٹ میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ ٹورنٹو شہر کے اوپر الٹرا وائلٹ شعاعوں کی کثافت سردیوں میں 35 فیصد اور گرمی کے موسم میں سات فیصد سالانہ کی شرح سے بڑھ جاتی ہے۔ یہ اعداد و شمار مینڈکوں پر چار سالہ تجربے کے دوران اکٹھا کئے گئے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اوزون کی تشکیل سورج کی روشنی کے زیر اثر ہوتی ہے اور اسی سے سردی اور گرمی کا فرق بھی واقع ہوتا ہے۔

آئے دن کے مطالعات اور سروے سے معلوم ہوتا رہتا ہے کہ جلد کے کینسر کے واقعات میں اضافہ ہورہا ہے اور اس صدی کے آخری سال کے آغاز تک ہر 1500 افراد میں سے 75 افراد نیلگوں مائل ورم جیسے مضر جلدی امراض میں مبتلا پائے جائیں گے۔

اوزون میں سوراخ کے بارے میں متضاد لیکن یکساں طور پر قابل یقین اسباب کی طرف اشارے کئے جارہے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تو ہمیشہ سے ہی ہورہا ہے۔ دوسرے حلقے کا کہنا ہے کہ اس کا سبب صنعتی دنیا کی آلودگی نہیں ہے بلکہ بعض قدرتی عوامل ہیں مثلاً ماؤنٹ ایریس یعنی انٹرکٹکی آتش فشاں جس سے لگاتار زہریلی گیسیں نکل کر ماحول میں پھیلتی رہتی ہیں۔

اب پانی پت کی نہیں پانی کی جنگ ہوگی

کرہ ارض کے بیس فیصد حصے پر آباد انسان پانی پانی چیخ رہے ہیں

قوموں اور افراد کے درمیان تنازعے اور تصادم کے اسباب ابھی تک زن زر اور زمین پر ہوتے تھے لیکن اب ان میں دو اور اسباب کا اضافہ ہوگیا ہے اور وہ ہیں پانی اور غذا اور ان کے حصول کے ذرائع۔ پانی کے مسئلے پر اختلاف و تصادم پوری دنیا میں تشدد کی شکل اختیار کرتا جارہا ہے اور جب تک زندگی کی اس اولین ضرورت کی وافر فراہمی کی ہر شخص کو ضمانت دینے کے لئے موثر اقدامات نہیں اٹھائے جاتے تب تک صورت حال روز بروز سنگین تر ہوتی جائے گی۔ حال ہی میں واشنگٹن میں منعقد غذائی امن اور زراعی مسائل پر منعقد کانفرنس میں اس میدان میں مصروف کار ماہرین نے آبی اور غذائی بحران سے پیدا ہونے والے ممکنہ مسائل سے آگاہ کیا ہے۔ ان ماہرین نے اپنے ایک مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ہر پانچ میں سے ایک ملک پانی کی قلت کے مسئلے سے دوچار ہے۔ گویا یہ کہا جاسکتا ہے کہ کرہ ارض کے بیس فیصد حصے پر آباد انسانوں کو اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے وافر پانی میسر نہیں ہوپاتا۔

تازہ ترین مثال فرانس کی دی جاسکتی ہے جہاں گولف کے میدان اور پارک وغیرہ تو سرسبز و شاداب نظر آتے ہیں لیکن ملک کے تقریباً بیس لاکھ افراد کو ہر رات پانی کی بچت کرنی پڑتی ہے اور اسی طرح چالیس لاکھ کسانوں کو آبپاشی کے لئے دستیاب پانی کی راشننگ کی قلت سے دوچار ہونا پڑرہا ہے اور اس قلت سے پریشان ہوکر لوگ پرانے ذخائر کو کھود کر ان سے پانی حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگے ہوئے ہیں۔

> تازہ ترین مثال فرانس کی دی جاسکتی ہے جہاں گولف کے میدان اور پارک وغیرہ تو سرسبز و شاداب نظر آتے ہیں لیکن ملک کے تقریبا بیس لاکھ افراد کو ہر رات پانی کی بچت کرنی پڑتی ہے اور اسی طرح چالیس لاکھ کسانوں کو آبپاشی کے لئے دستیاب پانی کی راشننگ کی قلت سے دوچار ہونا پڑرہا ہے

مذکورہ کانفرنس میں پچاس ممالک سے آئے ہوئے دو ہزار مندوبین نے شرکت کی تھی۔ کانفرنس میں زمینی وسائل کی پانچ سو اقسام کی متوقع مقدار اور ان کو بہتر طور پر انسانی استعمال میں لانے کے ذرائع اور طریقوں پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ ماہرین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ قومی، بین الاقوامی اور علاقائی سطح پر پانی اور غذا کے مسائل پر شدید رد عمل ظاہر ہورہے ہیں اور اس رد عمل میں پانی کے استعمال کے حقوق کی پیچیدگیوں پر اختلافات کا تناسب سب سے زیادہ ہے اور ان اختلافات کا سدباب کرنے کے لئے مرکز برائے تحقیق و غذائی پالیسی کے جنرل ڈائرکٹر کے قول کے مطابق کافی موثر اقدامات کرنے ہوں گے۔

کانفرنس میں شریک نمائندوں نے عالمی غذائی مسئلے کو حل کرنے کے لئے بعض تجاویز بھی سامنے رکھیں۔ بعض نے اس جانب توجہ مبذول کرائی کہ فضائی آلودگی کے نتیجے میں بھی دنیا آبی اور غذائی قلت سے دوچار ہے۔ اور ایشیا کے بعض خطے اور افریقی صحرا خاص طور پر اس کی زد میں آئے ہوئے ہیں۔ آلودگی کی مختلف شکلوں پر قابو پانے اور آبی و غذائی وسائل کو فروغ دینے کی غرض سے زرعی تحقیق کے میدان میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ کاری کی ضرورت پر خصوصاً زور دیا گیا ہے۔ بہتر زرعی سہولتوں کا فقدان ظاہر ہے کہ زرعی پیداوار کی قلت اور پھر عمومی سوء تغذیہ کی صورت میں سامنے آتا ہے جس کا قابل افسوس پہلو یہ ہے کہ ہر سال دنیا میں تقریباً ساٹھ ہزار بچے قلت غذا اور سوء تغذیہ کی وجہ سے فوت ہوجاتے ہیں۔

اس بحران سے پیدا شدہ تصادمات کی ایک نئی مثل یہ سامنے آئی ہے کہ کانفرنس میں شریک ماہرین تغذیہ نے ان قیاس آرائیوں پر احتجاج کیا کہ چین عنقریب دنیا کے دیگر ممالک سے گیہوں اور دیگر غذائی اجناس درآمد کرنے والا ہے۔ ان ماہرین کا کہنا یہ تھا کہ اگر یہ خبریں درست ہیں تو اس سے اناج کی عالمی منڈی پر بہت برا اثر پڑے گا چاہے اس درآمد کی سالانہ مقدار 50 ملین ٹن سے تجاوز نہ کرے۔ چین کی طرف سے اس ارادے کے اظہار سے دو طرفہ خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔ ایک تو یہ کہ چین جس کی آبادی ہر سال تیز رفتاری سے بڑھ رہی ہے اس کی طرف سے گیہوں کی مانگ بڑھتی جائے گی جو اناج کی قیمت خرید میں مسابقت میں اضافے کا سبب بنے گا اور دوسری طرف عالمی سطح پر فاقہ کشی کو بھی بڑھاوا دے گا۔

نئی کتاب

اپنے اندر قوت ارادی اور خود اعتمادی پیدا کریں، کامیابی آپ کے قدم چومے گی

ملی ٹائمز میں تبصرے کے لئے کتاب کے دو نسخے آنا لازمی ہیں۔ تبصرے کے لئے کتابوں کے انتخاب کا حتمی فیصلہ ادارہ کرے گا البتہ وصول ہونے والی کتابوں کا اندراج ان کالموں میں ضرور ہوگا۔ (ادارہ)

شخصیت سازی کے فن پر ایک مفید کتاب

میک آرڈگلس نے شخصیت سازی کے فن پر اب تک کئی کتابیں لکھی ہیں۔ حال ہی میں ان کی کتاب "ہاؤ ٹو میک اے ہیٹ آف سکسیڈنگ" کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی جس نے انہیں اس سمت میں ایک اور قدم اٹھانے کی ہمت دلائی اور انہوں نے خود اعتمادی پیدا کرنے اور باوقار بننے کے فن پر ایک باقاعدہ کتاب "ہاؤ ٹو ون وتھ ہائی سیلف اسٹیم" لکھ کر قارئین سے ایک بار پھر اپنی صلاحیت کو تسلیم کروایا ہے۔

مذکورہ کتاب میں جناب ڈگلس نے مختلف افراد کے عادات و اطوار کے جائزے کی بنیاد پر یہ ثابت کیا ہے کہ جن لوگوں میں خود اعتمادی اور خود شناسی کا مادہ ہوتا ہے وہ بڑی بڑی ذمہ داریاں قبول کرنے سے بھی نہیں گھبراتے جب کہ اس کے برعکس خود اعتمادی کے عنصر سے عاری افراد معمولی ذمہ داریاں قبول کرنے سے بھی جھجکتے اور ڈرتے ہیں اور عجیب طرح کی بے یقینی اور شک میں بستلا رہتے ہیں۔ تاہم مصنف نے خود اعتمادی کے فقدان پر قابو کے لئے بعض نسخوں اور ترکیبوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کی مدد سے کوئی شخص خواہ وہ کسی بھی نوعیت کی سرگرمی سے وابستہ ہو اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکتا ہے۔

اس ضمن میں سب سے پہلی ہدایت ڈگلس کی یہ ہے کہ انسان خود کو کبھی کمتر نہ محسوس کرے کیونکہ یہ احساس اس کو منفی سمت پر ڈال دیتا ہے۔ ایسے کسی بھی احساس کو ذہن سے جھٹک دینے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ آدمی ایک بار ناکام ہونے کے بعد ناکامی کو اپنا مقدر نہیں بنالے گا بلکہ پھر اسی کام کو کرنے کی ہمت شدید تر جذبے کے ساتھ کرے گا۔

شخصیت سازی کی اس مہم میں ڈگلس قدم بہ قدم آگے بڑھنے کے حامی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ آدمی کو اپنی ذہنی و جسمانی صلاحیتوں کو اجمالا دو زمروں میں تقسیم کرنا چاہئے تاکہ وہ اپنی شخصیت کے مثبت اور قوی پہلوؤں کو ایک جگہ شمار کرسکے اس طرح کہ ذہانت، ذکاوت، طاقت، قوت ارادی وغیرہ اس کے تحت آجائیں۔ اس کے بعد زندگی کے ان شعبوں پر نظر کی جائے جن میں خاطر خواہ ارتقاء کسی وجہ سے نہیں ہوپایا ہے۔ یہاں ڈگلس نے یہ وضاحت کردی ہے کہ شخصیت یا زندگی کے ان پسماندہ خانوں کو کمزوری سے نہ تعبیر کیا جائے کیونکہ یہ پسماندگی محض عدم توجہی کا نتیجہ ہے اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب اس کی جانب مطلوبہ سطح کی توجہ دی جائے گی تو پسماندگی کا ازالہ ہوجائے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ سارے خانے بیک وقت پُر نہیں ہوسکیں گے بلکہ یہ خاصا طویل سلسلہ ہوگا اور ایسی تمام خامیوں کے لئے الگ الگ طریقہ کار اختیار کئے جائیں گے۔

اس پورے عمل میں ڈگلس نے قوت ارادی کو مرکزی اہمیت دی ہے۔ آدمی ایک بار اپنے ذہن میں یہ بات بٹھالے کہ اسے کوئی کام مکمل کرنا ہے اور کامیابی کے ساتھ کرنا ہے تو آگے کے مرحلے اپنے آپ طے ہوجاتے ہیں۔ گوئٹے کے اس قول سے استدلال کرتے ہوئے کہ "پختہ ارادے والا انسان پوری دنیا کو اپنے آگے جھکا سکتا ہے" ڈگلس نے یہ مشورہ دیا ہے کہ کسی شخص کے ذہن میں کامیابی کا کیا مفہوم و تصور ہے اسے وہ اپنے سامنے لکھ کر رکھ لے اور زبان سے اسے وقتاً فوقتاً ادا کرتا رہے حتیٰ کہ وہ پوری طرح ذہن نشین ہوجائے۔ کسی مقصد پر نظر گاڑے بغیر ترقی کے عمل میں تیز رفتاری نہیں آتی۔ تصور کیجئے کہ ریٹائر ہونے کے وقت تک آپ اپنے کیریر کے عروج پر ہوں گے اور یہ کہ دنیا کی کوئی بھی طاقت آپ کو اپنے اس مقصد کے حصول سے روک نہیں سکتی۔

صلاحیتوں کی تقسیم اور قوت ارادی کے ذریعہ مقاصد کے تعین کے بعد خود ان مقاصد کی زمرہ جاتی تقسیم بھی ترقی کی منازل طے کرنے کی منصوبہ بندی میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ مقاصد تین طرح کے ہوتے ہیں۔ وہ ہیں طویل مدتی، وسطی اور قلیل مدتی۔ اول الذکر زمرے کے مقاصد کی مدت پانچ سال یا اس سے کچھ زیادہ کی ہوتی ہے۔ وسطی مقاصد ایک سے پانچ سال کی مدت کے ہوتے ہیں اور قلیل مدتی مقاصد ماہانہ یا ہفتہ وار بھی ہوسکتے ہیں اور یومیہ یا ساعتی بھی۔

کوئی شخص مختلف لمحات میں جو کام بھی انجام دے رہا ہو اسے اپنے آپ سے یہ سوال کرتے رہنا چاہئے کہ "کیا اس وقت میں اہم ترین کام انجام دے رہا ہوں جو مجھے اپنے مقصد حیات سے ہمکنار کرے گا"۔

اگر غور کریں تو اس جملے میں بڑی حکمت پوشیدہ ہے جس کا انسانی نفسیات سے گہرا تعلق ہے۔ گویا کہ انسان کی عملی زندگی خود احتسابی سے عبارت ہونی چاہئے۔ جس لمحے انسان کے اندر یہ ملکہ پیدا ہوجائے کہ اپنے افعال کی مضرت و افادیت، اہمیت اور بے مصرفیت کے درمیان امتیاز کرنے لگے تو وہیں سے اس کی ترقی کے مسلسل عمل کا بھی آغاز ہوجاتا ہے اور وہ اس شعر کی سراپا تشریح بن جاتا ہے کہ

میں کہاں رکتا ہوں عرش و فرش کی آواز سے
مجھ کو جانا ہے بہت اونچا حد پرواز سے۔

•••

How To Win With High Self-Esteem
Mack R. Douglas
UBS Publishers' Distributors Ltd.
Price: Rs 75
5 Ansari Road
New Delhi 110002

آپ کی الجھنیں

بے آبروئی سب سے بڑی مصیبت اور بلا ہے

خلوت میں اجنبی مرد عورت کے ملاپ کے وقت شیطان بھی ہوتا ہے

اگر آپ کسی الجھن میں بستلا ہیں یا کسی اہم مسئلے پر فیصلہ نہ لینے کی پوزیشن میں ہیں جس سے آپ کی زندگی کا سکون درہم برہم ہوگیا ہے تو آپ فوری طور پر ہمیں اپنے مسائل سے آگاہ کریں۔ ہم اس کالم میں آپ کی نفسیاتی الجھنوں کو دور کرنے کی پوری پوری کوشش کریں گے۔ (ادارہ)

سوال:۔۔۔ اپنے رشتے داروں میں ایک عورت سے میری شادی ہوئی اور کچھ دنوں بعد مجھے ملک سے باہر کا سفر درپیش ہوا۔ باہر قیام کے دوران اس کے ناجائز تعلقات محلے کے کسی نوجوان سے ہوگئے اور وہ حاملہ بھی ہوئی اور اسقاط بھی کروایا۔ یہ ماجرا جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے اسے طلاق دے دی اور جس ملک میں ملازمت کر رہا ہوں وہاں کی عدالت سے طلاق نامہ تیار کرواکے اسے بھجوا دیا۔ دو سال گزر جانے پر میرے والد نے یہ کہہ کر کہ اس عورت نے اپنے گناہوں سے توبہ کرلی ہے مجھے اس کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت دی۔ انہوں نے مزید بتایا کہ میرے طلاق دینے کے بعد اس عورت اور اس کے گھر والوں پر طرح طرح کی مصیبتیں آئیں، وہ خود نفسیاتی مرض میں بستلا ہوگئی اس کے باپ ذیابیطس کے مریض ہوگئے وغیرہ اور میں ہوں کہ اپنے والد کے سامنے اڑا ہوا ہوں۔ جو کچھ میرے ساتھ پیش آرہا ہے اس پر میں سخت حیرت میں ہوں۔ میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اپنی سابقہ بیوی کی طرف میری شرع کی نظر میں کیا حیثیت ہوگی۔ کیا اسے اپنے کئے کی واقعی سزا مل چکی ہے؟

جواب:۔۔۔ زندگی کی سب سے بڑی مصیبت اور بلا یہ ہے کہ انسان اپنی عزت و آبرو کھو بیٹھے اور عزت و آبرو کے لئے سب سے بڑا عارضہ یہ ہے کہ عورت کی حرمت پامال ہو۔ نسوانی حرمت کی پامالی کے سلسلے میں اسلام نے غیر معمولی احتیاط سے کام لیا ہے اور اس سے متعلق جرائم پر شدید موقف اختیار کیا ہے۔ قرآن کی تلاوت کرنے والا ہر شخص اس بات سے واقف ہوگا کہ سورہ نور آبرو کی حفاظت اور بے حیائی کے ارتکاب سے متعلق آیات الہیہ سے بھری ہوئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب سے عورتوں اور مردوں کے آزادانہ میل جول نے معاشرے میں راہ پائی ہے یہاں تک کہ اجنبی مرد اور عورت کی خلوت کی بھی روشن خیالی کے نام پر پذیرائی کی جارہی ہے اس نوعیت کے جرائم میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

ہمارے سامنے آئے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی تصدیق ہوتی رہتی ہے کہ جب کوئی اجنبی مرد کسی عورت سے خلوت میں ملتا ہے تو وہاں وہی دونوں نہیں ہوتے بلکہ ایک تیسرا وجود شیطان کا وہاں رہتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اسلامی شرع میں اجنبی مرد اور عورت کی خلوت کا کوئی تصور محال ہے۔ لیکن اس کا کیا کیجئے کہ اس معاشرے میں بعض ایسی عورتیں بھی ہیں کہ ان کے والیوں نے ان کی رسی اس قدر ڈھیلی چھوڑ دی ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے ساتھ بے روک ٹوک ملتی جلتی ہیں ان کے ساتھ بڑی جرات مندی سے تنہائی میں بھی رہتی ہیں اور والدین یا سرپرست اپنی کھلی آنکھوں سے سب کچھ دیکھتے رہتے ہیں اور کان سے ان کے کارناموں کی روداد بھی سنتے رہتے ہیں اور پیشانی پر بل بھی نہیں لاتے جس سے کہ کسی طرح کی ناپسندیدگی کا اظہار ہو۔

لیکن ایسے والدین اس وقت کف افسوس ملتے ہیں جب بے مہار گھومنے والی عورتیں یا لڑکیاں اجنبی مردوں سے تہذیب و ثقافت کو فروغ دینے کی ہوس میں اختلاط کے نتیجے میں اپنی عزت و آبرو گنوا بیٹھتی ہیں۔ اب وہی ماں باپ اپنی تقدیر کا رونا روتے ہیں یا تو خود مرجانے کی خواہش کرتے ہیں یا عورت کو جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دینے لگتے ہیں۔

ان والدین یا سرپرستوں کے اختیار میں یہ پوری طرح تھا کہ وہ معاملات کو خراب تر ہونے سے پہلے جو کچھ بگڑ چکا تھا اس کی تلافی کرلیتے۔

سائل کے لئے ہمارا مشورہ ہے کہ وہ اپنے معاملہ پر خوب غور و فکر کرے اور معاملے کی نوعیت کو سمجھے۔ اس کے والد نے اسے رجعت کا مشورہ اس لئے دیا ہے کہ وہ اس کے رشتے داروں میں سے ہے، اس عورت کا باپ شدید تکلیف اور پریشانی میں ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عورت نے توبہ کرلی ہے اور اسے معصیت کی راہ پر چلنے کا انجام معلوم ہوگیا ہے اور اس نے اپنے کئے کی سزا بھگت لی ہے۔ گناہ کی تادیب سے گزرنے کے بعد آدمی ایسا ہوجاتا ہے گویا کہ اس نے گناہ نہیں کیا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ اس عورت کی توبہ توبۃ النصوح ثابت ہو اور اس توبہ سے کوئی ایسی خوشگوار تبدیلی آئے جو پچھلی تلخیوں کا ازالہ کردے۔ شوہر کے اس اقدام کے دو مثبت پہلو ہیں ایک تو یہ کہ اسے والد کے ساتھ حسن معاملہ کا صلہ ملے گا اور دوسرے یہ کہ رشتہ داروں سے نیکی اور بھلائی کے برتاؤ اور بیوی کو توبہ کی طرف راغب کرنے میں تعاون کا بھی اسے اجر ملے گا۔ لیکن اگر ایسا ظاہر ہو کہ عورت معصیت کی راہ سے ہٹی نہیں ہے اور توبہ کی طرف مائل نہیں ہوئی ہے اور اپنی روش بد پر قائم ہے تو ایسی صورت میں اسے دوبارہ گھر میں لانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ عمل دیوث پن کے مترادف ہوگا۔ اور کوئی بھی دیوث شخص جو اپنے افراد خانہ کو فحاشی کی راہ پر لگائے اور اسے اچھا سمجھے ہرگز اللہ کی رضا اور جنت کی نعمتوں کے متمنی رہنے والے مومنوں میں سے نہیں ہے۔

Invitation Price Rs. 4/-
1 - 15 OCTOBER 1995

The Milli Times International
49, Abul Fazal Enclave, Jamia Nagar, New Delhi-110025 Phone:6827018

R.N.I. No. 57337/94
RGD. DL No.-11234/95

فرانسیسی عدالت میں اسلامی اسکارف کی فتح

فرانس میں غلبہ اسلام کا کارواں بڑی تیزی کے ساتھ رواں دواں ہے ایسا لگتا ہے جیسے وہاں کی سرزمین نے مسلم انقلابیوں کے لئے اپنی باہیں پھیلادی ہیں وہ انہیں اپنی آغوش میں لینے کے لئے بے چین ہو۔

پندرہ سالہ سلوا آیت حماد بھی فرانس ہی میں پیدا ہوئی اور وہیں نشوونما کے مراحل سے گذری۔ اسکا آبائی وطن مراکش ہے۔ جہاں سے اس کے والدین ہجرت کرکے فرانس آکر آباد ہوگئے تھے وہ والدین کے زیر تربیت اسلامی ثقافت کے سائے میں پروان چڑھی ہے۔ فجر کی نماز کے بعد قرآن کی چند آیات تلاوت کرنا وہ ضروری سمجھتی ہے اور وہ فرانسیسی زبان میں اسکی تفسیر بھی پڑھتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ کم عمر ہونے کے باوجود وہ غلبہ اسلام کے عالمی تصور کو حقیقت سے تعبیر کرنے پر لگی ہے۔ وہ اسلام کی سچائی اور اسکے ابدی پیغام کو سارے جہاں میں پھیلانا چاہتی ہے۔ سلوا کہتی ہے کہ مذہب ہی انسان کا اصل سرمایہ حیات ہے اور اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو یہ تصور عطا کرتا ہے کہ مذہب کی ادنی باتیں بھی ترک نہیں کی جاسکتیں آج فرانس میں اسکارف اسلام کا ایک اہم جز بن گیا ہے اور حکومت کے معاندانہ رویے کے باوجود خواتین غلبہ اسلام کے اس عالمی قافلے میں جوق در جوق شریک ہو رہی ہیں۔ سلوا خود جب بھی کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلتی ہے تو اپنے جسم کو چادر سے ڈھانپنے کے ساتھ ساتھ اپنے سر پر اسکارف ڈال لیتی ہے کیونکہ اسے وہ اسلامی ثقافت کا ایک اہم جز تصور کرتی ہے۔

جب سلوا کو مشرقی موسلیے خطے میں وینڈویر کے ہوٹ ڈے نیوے جونیر ہائی اسکول کے سائنس ڈپارٹمنٹ میں داخلہ ملا تو وہ خوشی سے جھوم اٹھی۔ لیکن اس کی ساری خوشی اس وقت کافور ہوگئی جب اسکے اسکارف پر اسکول کے اساتذہ نے اعتراض کیا اور کہا کہ سلوا سر پر اسکارف ڈال کر کلاس میں نہ صرف خود کو بلکہ دوسروں کو بھی خطرے میں ڈال رہی ہے۔ سلوا نے اسکارف اتارنے سے انکار کردیا۔ بالآخر انتظامیہ نے سلوا کو اسکول سے نکال دیا۔ لیکن سلوا کوئی موم کی بنی مورت نہیں تھی۔ وہ اسلامی حمیت و غیرت رکھنے والی ایک مسلم طالبہ تھی۔ اس نے انصاف کے لئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا اور فرانس کی آزادی رائے پر ایک کاری ضرب لگائی۔ عدالت نے آخر کار سلوا کے حق میں فیصلہ سناتے ہوئے حکومت کو حکم دیا کہ اسکے والدین کو پچاس ہزار فرینک دیے جائیں۔ سلوا نے فرانسیسی حکومت کی تنگ نظری کے خلاف اپنی جنگ کو فتح یابی سے ہمکنار کرانے میں کامیابی حاصل کرلی۔

اس واقعہ سے قبل فرانس کے تمام اسکولوں میں حکومت نے ایک سرکلر جاری کیا تھا کہ مذہبی شناخت والی کوئی بھی چیز پہننے کی اجازت نہ دی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں مسلم طالبات اپنے لباس و اسکارف کی وجہ سے بہت سی پریشانیوں سے دوچار رہتی ہیں۔ وہاں کے آزادی رائے کی دہائی دینے والے نام نہاد حقوق نسواں کے علمبردار ان مسلم خواتین کے ملبوسات کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ اور اسلامی ثقافت کے فرانسیسی معاشرے پر غالب آنے کی ہر کوشش کو ناکام بنا دینا چاہتے ہیں۔ لیکن اسکارف کے سلسلے میں عدالت کے حالیہ فیصلے سے ان کی اس تگ و دو کو ایک شدید دھچکا پہنچا ہے اور ان کو منہ کی کھانی پڑی ہے۔

دراصل اسکارف کی فتح ان مسلم انقلابیوں کی فتح ہے جو آج غلبہ اسلام کے عالمی پیغام کو پوری دنیا میں پھیلانے کے لئے تن من دھن کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔